اکتوبر 2020

ماہ نامہ

ارمغان

ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT,
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)

پھلت، ضلع مظفرنگر

جمعیت شاہ ولی اللہ
JSW
Jamiat Shah Waliullah

Www.armughan.net

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۸ شمارہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۰ء مطابق صفر ۱۴۴۲ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھارون مظاہری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی:ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیرقانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ25روپے ❖ سالانہ300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے500روپے

❖ اعزازی تعاون1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ8000روپے (برائے ۲۰سال)

پرنٹر پبلشر **محمد ادریس قریشی** نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر:وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی رحلت	وصی سلیمان ندوی	۴
☆	دعوت کی روشنی سے کفر کے اندھیرے دور کریں	مولانا محمد کلیم صدیقی	۶
☆	محمد بن قاسم، ظالم یا مسیحا؟	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۱
☆	نعت شریف	قاری نسیم احمد منگلوری	۱۵
☆	بنی نوع انسان کو دعوت	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۱۶
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	ڈاکٹر عبدالغنی فاروق	۲۰
☆	دعوتی سوالات اور میرے جوابات	جناب ریاض موسیٰ ملیباری	۲۵
☆	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۹
☆	نئی نسل کا مستقبل تابناک کس طرح ہوسکتا ہے؟	مولانا امانت علی قاسمی	۳۲
☆	اسلامی مقدسات کے خلاف مہم کب تھمے گی؟	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۳۵
☆	ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ)	۳۹
☆	مفتی عبداللہ مظاہری ہانسوٹ	مفتی احمد عبیداللہ یاسر قاسمی	۴۱
☆	قاضی شریعت مفتی محمد قاسم مظفر پوری	مفتی نعمت اللہ محمد ناظم قاسمی	۴۳
☆	ملت کی دو قیمتی شخصیات سے محرومی	مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی	۴۶
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۴۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۴۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **اکتوبر** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

جناب ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی رحلت

کرونا کے اس دور میں جس تیزی کے ساتھ بڑی بڑی شخصیتیں ہم سے رخصت ہو رہی ہیں، اس سے حسرت اور غم واندوہ میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، موت کی اتنی ارزانی اور فراوانی پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی تھی، پہلے اکا دکا لوگ دنیا سے رخصت ہوتے تھے، تو کم از کم ان کے نیازمندوں کو ان کے محاسن گننے، اور خوبیوں کو یاد کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ مگر آج کل اتنی تیزی سے لوگ رخصت ہو رہے ہیں کہ ایک حادثہ سے آنسو خشک نہیں ہونے پاتے، تب تک کسی دوسرے بڑے حادثہ کی خبر آجاتی ہے۔ اور ہم حسرت ویاس کی تصویر بنے اپنا دل مسوس کر رہ جاتے ہیں۔

اسی دوران یہ اطلاع ملی کہ ۱۵ر ستمبر کو دن کے بارہ بجے، عین نصف النہار کے وقت، علم وفن، تحقیق و تدقیق، تہذیب و شرافت، مروت وانسانیت، بے غرضی و بے نفسی کا ایک سورج غروب ہو گیا۔ سیرت نبوی کا ایک ماہر، علوم ولی اللہی کا ایک رمز شناس، تہذیب انسانی کا ایک نکتہ داں، زبان وادب کا ایک غواص، سیرت وسوانح کا ایک شناور، ایک کہنہ مشق معلم، ایک مخلص مربی، ایک صاحب تحقیق خطیب، ایک باکمال مصنف، اپنے قلم سے پتھروں کو تراشنے والا ایک سنگ تراش، عہد گذشتہ کی یادگار ایک عالمی شخصیت، جناب ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی رحلت سے یقیناً علم وتحقیق کی دنیا کا ایک سورج غروب ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو اتر پردیش کے ضلع لکھیم پور کھیری کے شہر گولہ میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ۱۹۵۹ء میں عالمیت کی سند حاصل کی، اور ۱۹۶۰ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کا امتحان پاس کیا، پھر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بہ طور طالب علم وابستہ ہوئے۔ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۹ء میں ایم فل مکمل کیا، اور ۱۹۷۰ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں تاریخ کے استاد کی حیثیت سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں پی ایچ ڈی کی تکمیل ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں ریڈر ایسوسی ایٹ، اور پھر ۱۹۹۱ء میں پروفیسر کے منصب جلیل تک پہنچے۔ اسی دوران مسلم یونیورسٹی میں ڈائریکٹر شعبہ علوم اسلامیہ کی ذمے داریاں بھی انجام دیں، آپ کو یونیورسٹی کے ذیلی ادارے ''شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل'' کا سربراہ بنادیا گیا جسے آپ کی جدوجہد نے ایک فعال شعبہ بنادیا۔

ان کی قابلیت اور علم دوستی کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک ان کو محاضرات کے لئے مدعو کیا جاتا، اور وہ ایک متعین موضوع پر علم و تحقیق سے بھرپور مرتب خطبات پیش فرماتے، اس سلسلہ کے سات آٹھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی سیمیناروں میں ان کی شرکت پروگرام کی رونق بڑھادیتی، اور لوگ ان سے استفادہ کر کے فخر محسوس کرتے۔ یونیورسیٹیاں ان کی خدمات حاصل کرتیں، اور وہ ان کو اپنے علمی تجربات سے مستفید فرماتے۔ تحقیقی ادارے ان کی تحقیقات اور نگارشات کے منتظر رہتے، دینی ادارے ان کی قدردانی کرتے، اور قدیم وجدید علوم پر ان کی مہارت کا لوہا تسلیم کرتے۔

سیرت نبوی کا بابرکت عنوان ان کا اختصاص تھا، اس موضوع پر انھوں نے اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں جو گراں قدر تصنیفات

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یادگار چھوڑی ہیں، وہ اپنے نادر عنوانات، اور اچھوتی تحقیقات کی وجہ سے بے مثال ہیں، اور اس موضوع پر اضافہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس موضوع پر ان کے تحقیقی مقالات کا تو کوئی شمار ہی نہیں، ان کتابوں میں: عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں، نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، وحی حدیث، عہد نبوی کا تمدن، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں، نبی اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وعرفان پر بھی ان کی وسیع نظر تھی، انھوں نے اپنے شعبہ کے زیر اہتمام شاہ صاحب کے مختلف علمی جہات کے عنوانات پر نو (9) معیاری علمی سیمینار منعقد کئے، اور اس موضوع پر دس سے زائد علمی کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی شخصیت وحکمت کا ایک تعارف، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، شاہ ولی اللہ کا رسالہ سیرت، شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات، شاہ ولی اللہ کی صوفیانہ شرح حدیث، حجۃ اللہ البالغہ ایک تجزیاتی مطالعہ، شاہ ولی اللہ کے مآخذ، کتب و شخصیات، تصانیف شاہ ولی اللہ ایک تنقیدی تجزیہ قابل ذکر ہیں۔ بڑی تعداد میں علمی مقالات اس کے علاوہ ہیں۔

اس کے علاوہ تاریخ تہذیب اسلامی (چار جلدیں) خلجی خاندان، اللہ اپنے کلام میں، اندلس میں علوم قرآت کا ارتقاء، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد اولین، تفسیر سورہ الحمد، توحید الٰہی اور مفسرین کرام، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، سرسید اور علوم اسلامیہ، الفاروق ایک مطالعہ، تاریخ اسلامی پر فکری یورش جیسے ہمہ جہتی عنوانات پر ان کی تصنیفات ان کے نمایاں کارنامے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو پھلت اور یہاں کے دینی دعوتی ادارہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ سے خاص تعلق تھا، وہ یہاں بار بار تشریف لاتے، اور کئی کئی دن قیام فرماتے، اور یہاں آکر طلباء واساتذہ اور عوام کو مفصل خطاب سے نوازتے، اور اپنے علوم وتجربات سے مستفید فرماتے۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحب کی نسبت سے پھلت میں ایک عالمی سیمینار کا منصوبہ بنایا تھا، جس کی تیاریاں بھی شروع کردی گئی تھیں، اس کے علاوہ انھوں نے ہمارے ادارہ میں شاہ صاحب کی پسندیدہ کتاب ''مؤطا امام مالک'' کی تدریس کا آغاز کرایا، اور ہماری شاہ ولی اللہ اکیڈمی کو اپنی کئی کتابیں طباعت کے لئے عطا فرمائیں۔

قریۃ الصالحین پھلت، اور شاہ ولی اللہ کے وطنی تعلق کے باعث ڈاکٹر صاحب، داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی سے بہت متأثر تھے، اور ان کی دعوتی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک مدت تک انھوں نے ارمغان کے لئے بھی بہت سے مضامین تحریر فرمائے، اور قارئین ارمغان کو اپنی نوازشات سے فیض یاب کیا۔

ان کی وفات سے علم وفضل کی دنیا کا یہ روشن مینارہ اب ہمیشہ کے لیے بجھ گیا ہے، قحط الرجال کے دور میں علم وتحقیق کی دنیا مزید سونی ہوگئی ہے، سیرت کا خادم، قلم کا مجاہد اور تہذیب کا ایک اور محافظ رخصت ہوگیا ہے۔ لیکن ان کے کارنامے، ان کی تحقیقات اور ان کے کمالات صدیوں تک زندہ رہیں گے، اور ان کیلئے سرمایہ آخرت بنے رہیں گے۔ قارئین ارمغان سے ان کے خاص طور پر دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کورونا کی عالمی وبا کی وجہ سے آپ کا یہ محبوب ماہنامہ ڈاک کی ناہمواریوں کے سبب تمام حضرات کی خدمت میں نہیں پہنچ سکا، جس کا ہمیں افسوس ہے، توقع ہے کہ اب تسلسل کے ساتھ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں گے، اس کے لئے آپ کی توجہ اور دعاؤں کی ہمیں خاص طور پر ضرورت ہے۔ امید ہے حسب سابق ہمیں آپ کا تعاون حاصل ہوتا رہے گا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اللہ کو خوش کرنے کا ایک مجرب نسخہ

دعوت دین کے موضوع پر داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کا ایک تازہ خطاب

ایک ایسے وقت میں جب پوری دنیا میں امت مسلمہ انتہائی مسائل سے دوچار ہے، اور انتہائی زبوں حالی کا شکار ہے، امت کو زبوں حالی سے اور محرومیت ومغلوبیت سے نکالنے کے لیے یہ ایک چھوٹی سی کوشش کی گئی ہے کہ امت میں دعوتی شعور بیدار کیا جائے، ان کو دعوت کی ضرورت سے واقف کیا جائے، اور اس سلسلے میں رہنمائی کی کوشش کی جائے۔ چونکہ اس وقت ملک میں جو صورت حال ہے، (کووڈ۔19) کی وبائی بیماری کی وجہ سے، اور حکومت کی طرف سے جو پابندیاں لگائی گئی، اس کی وجہ سے ہم لوگ کوئی باقاعدہ دینی یا ملی پروگرام نہیں کر سکتے، اس لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے یہ آن لائن یہ دعوتی پروگرام کیا جارہا ہے، اس میں شریک ہونے والے بھی مبارکباد کے مستحق ہیں اور اسے منعقد کرنے والے جناب مولانا مفتی رضوان صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(کووڈ۔19) کی وجہ سے پوری دنیا میں ایسے حالات ہو گئے ہیں، کہ پورے عالم میں بے چینی اور غیر یقینی کی کیفیت پائی جا رہی ہے۔ اس تناظر میں مسلمانوں کا حال کچھ ایسا ہے کہ ہر روز نئے نئے مسائل سے امت دوچار ہوتی ہے، آج سوچتے ہیں کہ حالات بدلیں گے، لیکن جب اگلا دن آتا ہے تو آج کے حالات گذشتہ کل سے بدتر ہو جاتے ہیں، اگلے روز معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ برا حال ہو گیا ہے، اب تو بے حس سے بے حس مسلمان بھی جس کو کبھی ملی مسائل پر غور کرنے کا موقع نہیں ہوتا تھا، وہ بھی سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

ہم صاحب ایمان ہیں، اس پر ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کی ذات ''فعال لما یرید علی کل شئی قدیر'' ہے، اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر اس کائنات میں ایک ذرہ بھی ہل نہیں سکتا ہے، جو لوگ بت پرستی کرتے ہیں اگر ان سے بھی پوچھا جائے کہ کون اس کائنات کا نظم چلاتا ہے؟ یہ سب کرنے والی ذات کون ہے؟ تو وہ بھی کہتے ہیں کہ ایک اوپر والے کی ذات ہے، وہی سوامی ہے، وہی ساری کائنات کا پالن ہار ہے، وہی آپ کو ہم کو پار کروانے والا ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی اور مشیت سے ہوتا ہے۔ قرآن خود کہہ رہا ہے: وہ جس کو چاہے بادشاہت اور غلبہ عطا فرمائے، جس کو چاہے عزت دے، جسے چاہے کامیاب کرے، اور جس کو چاہے، اس سے غلبہ یا عزت چھین لے۔

کوئی بھی مرض ہو، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس کا علاج ہو، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حل ہو، اور عالمی تناظر میں، اجتماعی طور پر ملت اسلامیہ جن مشکلوں سے اور زبوں حالی سے اور ذلت سے دوچار ہے اس کا حل ہو۔ تو اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں مرض کی تشخیص کرنا ہوگی۔ یہ اصول ہے کہ اگر مرض کی تشخیص نہیں ہوگی، تو ظاہر ہے کہ مرض کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ طبیب کو اگر یہ اطمینان نہ ہو کہ میں مرض کو سمجھ گیا ہوں تو اس کے لیے مریض کو دوا دینا، اور اس سے پیسے لینا جائز ہی نہیں ہے۔ تو علاج کے لئے پہلی چیز ہے مرض کو سمجھنا۔ تشخیص صحیح ہو جائے گی تو علاج کرنا آسان ہوگا۔

تشخیص کیا ہے؟ مرض کی تشخیص یہ ہے کہ امت پر یہ جو کچھ زبوں حالی آرہی ہے، جو کچھ پستی اور پسماندگی طاری ہے، اور اس پر ذلت اور محکومیت سوار ہے۔ اللہ کے یہاں سے ہمارے لئے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عزت کا فیصلہ نہیں ہورہا ہے۔ایک طرح سے اللہ ہم سے ناراض ہے، حالات اچھے برے جیسے بھی ہیں، یہ اللہ کی ناراضگی اور راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔اچھے برے حالات کے آنے کے بعد، انسانوں کے دلوں کی کیفیت کیا ہوتی ہے، وہ معیار اور ترازو ہے۔سب سے زیادہ حالات انبیاء علیہ السلام پر آئے، پھر اس کے بعد جو اُن سے جتنے قریب ہیں ان پر آئے۔اچھے برے حالات کا آنا معیار نہیں ہے، اچھے برے حالات کے آنے کے بعد جو دلوں کی کیفیت ہے وہ معیار ہے۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی بہت اچھے حالات پیدا کردیتے ہیں، لیکن وہ ڈھیل کی وجہ سے ہوتے ہیں۔کبھی انسان بھی چوہے کو چوہے دان میں گھی لگی ہوئی روٹی کھلاتا ہے، تو وہ اس سے خوش ہوکر نہیں کھلاتا، بلکہ اس کو سزا دینے کے لئے اور اس کو پکڑنے کے لئے کھلاتا ہے۔اور یہی انسان طوطے کو بھی کھلاتا ہے، مگر اس کو محبت میں اور خوشی میں کھلاتا ہے۔آدمی اپنے بچے سے، جس سے وہ آخری درجہ میں محبت کرتا ہے، اس کو بھی انجکشن لگاتا ہے، اور چوہے دان میں سوئے سے چوہے کو مارتے ہیں تو سزا کے لئے اس کو انجکشن لگادیتے ہیں۔ اس لئے انسان پر آنے والے اچھے برے حالات، بعض دفعہ اللہ تعالی علاج کے لیے، درجات کی بلندی کے لیے ہوتے ہیں، اور بعض دفعہ یہی مصائب اور مشکلات آتی ہیں، اور دشواریاں یا پریشانیاں آتی ہیں، تو سزا کے طور پر آتی ہے۔

اس لئے ان حالات کو بدلنے کا اور ان حالات سے ابھرنے کا ہم لوگوں کے پاس ایک ہی طریقہ ہے، کہ ہم اللہ کو راضی کرلیں اللہ کو منالیں، اس کے علاوہ کوئی اور علاج ہی نہیں، انسان کے سارے حالات، اس کی دنیا اور آخرت کے بننے اور اس کی عزت اور ذلت کا سارا انحصار اس پر ہے کہ وہ اللہ کو راضی کر کے زندگی گزارے، یہی اس کی کامیابی کا دروازہ ہے، اور چونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے، وہ اسے اللہ سے دور کرنے کے لئے، اللہ کی ذات سے مایوس کر کے، اپنے گناہوں پر توبہ کرنے سے روکتا ہے، وہ اللہ کو ماننے، اور اللہ کی ماننے کے سلسلے میں جب رکاوٹیں ڈالتا ہے، تو شیطان یہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کو منانا، اور اس کی ماننا تو بہت مشکل کام ہے۔ہم بسا اوقات لوگوں سے سنتے رہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دین کے مسائل، شریعت پر عمل اور سنت کی راہ بہت مشکل ہے، بال سے باریک تلوار سے تیز۔یعنی لوگ دین کو بہت مشکل بتانے کے لیے ایسا کہتے ہیں۔حالانکہ یہ بات کسی بھی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین آسان ہے" اور دین کے مسائل کیا ہیں؟ اللہ کو راضی کرنے کے ضابطوں، اور قاعدوں کا نام دین ہے۔قرآن نے کہا ہے:

ان الشیطان لکم عدوّ ،فاتخذوہ عدوّا

(بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، تو تم اسے دشمن بنائے رہو)

یعنی شیطان تمہارا آخری درجے کا دشمن ہے، اس سے دشمنی بنائے رکھنا۔وہ اس کے لئے کبھی راضی نہیں ہوسکتا کہ کوئی انسان اللہ سے جڑے، اللہ سے اپنا تعلق قائم کرے، اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔اس لئے وہ اس راہ میں طرح طرح سے رخنے ڈالتا ہے، بہکا پھسلا کر اس ارادہ سے باز رکھتا ہے۔

میں اپنے رفیق مولانا وصی سلیمان صاحب کے اصرار پر، کافی دنوں سے ارمغان میں (جو ہمارے یہاں ایک رسالہ نکلتا ہے) اس کے لیے "آخری صفحہ" کے عنوان سے ہر ماہ ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔، تو اس میں کوئی اپنی زندگی واقعہ لکھتا ہوں جو میری زندگی میں گزرا ہو اور جس سے مجھے فائدہ ہوا ہو۔اس میں، میں نے ایک واقعہ لکھا تھا: ایک بار ہمارے یہاں گھر میں چھٹیوں کے زمانے میں سب بہن بھائی، اور ان کے بچے آئے ہوئے تھے۔ شام کے وقت سب بچے ہال میں کھیل رہے تھے، میں قریب میں ہی کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھا، اس میں سے ایک چھوٹی سی بچی نے اپنے ساتھ کھیلنے والے بچوں سے کہا کہ میں آپ لوگوں سے ایک سوال کرتی ہوں، کیا تم اس کا جواب دوگے؟ سبھی بچوں نے کہا کہ پوچھو پوچھو! ہم اس کا جواب دیں گے۔اس نے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سوال کیا کہ دنیا میں سب سے آسان کام کیا ہے؟ کسی بچے نے کہا کہ آئس کریم کھانا! کیونکہ وہ اس کو پسند تھا۔ کسی نے کہا کہ رسّی کودنا! جو اس کو پسند تھا۔ کسی نے کہا کہ سونا! جس سے اس کو مناسبت تھی۔ یعنی سب نے اس سوال کے الگ الگ جواب دیئے۔ اس بچی نے کہا کہ یہ سب جواب غلط ہیں۔ تو بچوں نے پوچھا تو آپ ہی بتادو کہ سب سے آسان کام کیا ہے؟ اس بچی نے کہا کہ امّی کو منانا، سب سے آسان کام ہے۔ سب بچوں نے کہا واقعی آپ نے بالکل صحیح کہا۔ امی کو منانا سب سے آسان ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی ناراض ہورہی ہوں، اور بچہ ذرا پاؤں میں چمٹ جائے۔ امی جی! امی جی! کہتا رہے، تو ان کا غصہ اور ناراضگی سب دور ہوجاتی ہے۔

اس واقعہ سے مجھے خیال آیا کہ واقعی اس نے بڑے پتے کی بات بتائی ہے۔ امی کو راضی کرنا سب سے آسان کام ہے۔ آپ سوچئے کہ امی کو راضی کرنا کیوں آسان ہے؟ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی مامتا کا ایک قطرہ ساری ماؤں کو دے دیا ہے، اسی ایک قطرہ کی وجہ سے دنیا بھر کی ساری ماؤں کا اپنی اولاد کے لیے کلیجہ نکلا ہوا رہتا ہے، اسی مامتا کے ایک قطرے کی وجہ سے ماؤں کو منانا اتنا آسان ہوتا ہے۔ تو غور کیجئے کہ جس اللہ کے پاس مامتا کا پورا خزانہ موجود ہے، جو خود رحمت کا خزانہ ہے، اس رحمٰن رحیم رب کو منانا کتنا آسان ہوگا۔ اب سوچئے کہ اللہ کو کیسے راضی کرنا ہے؟ اللہ اللہ کیا کہنے اس کی رحمت بے پایاں کے۔ جس طرح پاؤں میں پڑ کر اماں اماں کہہ دیا، تو اماں مان جاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرلیجئے، تو دیکھئے کہ اللہ کیسے راضی ہوجاتے ہیں۔ سجدہ کا مطلب گویا یہی ہے کہ اللہ کے قدموں میں پڑ گئے اور اس سے چمٹ کر اس کی رحمت کو متوجہ کرلیا۔

شیطان اسے پٹی پڑھاتا ہے کہ دین پر چلنا بہت مشکل ہے، اس طرح اسے اللہ کی رحمت سے مایوس کرتا ہے، اور اُسے دین سے دور کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ اللہ کو راضی کرنا سب سے زیادہ آسان کام ہے، جس طرح ماں کو منانا آسان ہے۔ ایک رحمت کے قطرے کی وجہ سے ماں کو منانا آسان ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بے انتہا رحمت کے سمندر کی وجہ سے، اللہ کو منانا اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ بشرطے کہ آدمی منانا چاہے۔

ماں باپ اپنے بچوں سے اس طریقہ زندگی اور اس عمل سے خوش ہوتے ہیں، جو اُن کے لئے راحت کا ذریعہ ہو، اور جس میں بچوں کا فیوچر، ان کا روشن مستقبل، اور دنیا و آخرت کے لئے بھلائی اور کامرانی منحصر ہو، جو ان کے لئے عزت اور خوشی کا راستہ ہوتا ہے، وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور جس راستہ پر چل کر ماں باپ کو ذلت اٹھانی پڑے، اور ان کی رسوائی ہو، ان کو تکلیف ہو، وہ طریقہ ان کے لئے کلفت اور غم کا سبب ہوتا ہے۔ اس راستہ پر چلنے سے ماں باپ ناراض ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں ماں باپ کا بھی کچھ نہ کچھ مطلب ہوتا ہے کہ ان کے اپنے بچے باعزت زندگی گزاریں گے، مالی لحاظ سے، یا جسمانی لحاظ سے خدمت کریں گے۔ لیکن اللہ کی ذات کو بالکل کسی سہارے کی ضرورت نہیں، اللہ کو ہماری دین داری کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کے لوگوں میں کوئی ایک بھی ایمان والا آدمی نہ ہو، سارے کافر و مشرک ہوجائیں، تو اللہ کی خدائی اور کبریائی میں ذرہ برابر بھی کوئی کمی آنے والی نہیں۔ اور ساری دنیا کے لوگ اتنے نیک اور متقی بن جائیں کہ نبی اور رسول جیسے ہوجائیں۔ تو بھی اللہ کی شان بڑھنے والی نہیں۔ اس لئے اللہ اپنے بندوں کے اس طریقہ سے، اس طرز زندگی سے، ان کی اس عادت سے، اور ایسے چال چلن سے خوش ہوتے ہیں۔ جو بندوں کی دنیا اور آخرت اور ان کی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی میں، ان کے لئے سکون کا، ان کی عزت کا، ان کی راحت کا ضامن ہو۔ اور اسی طریقہ کا نام دین اور اسلام ہے۔

ماں باپ بھی اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں تو ان کے پڑھنے کے لئے، اپنی دانست میں اس لائن کو منتخب کرتے ہیں جو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سب سے زیادہ عزت کی لائن ہو، ان کے لئے خوشی کی لائن ہو، راحت کی لائن ہو، اس لئے ماں باپ چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ اس لائن میں بڑھے، اس میں اپنی عقل ودانش خرچ کرے۔ اپنے بچوں کے لئے سبھی ماں باپ آخری درجہ کی عزت چاہتے ہیں، اگر کسی ماں باپ کے اندر یہ کسک اور یہ خواہش ہو، اوران کے پاس اس کے وسائل ہوں، کہ وہ اپنے بچے کو پرائم منسٹر بنا سکیں، تو وہ کبھی اس کا خواب نہیں بھی دیکھتے کہ اس کو چیف منسٹر بنائیں۔ اور جو ماں باپ چاہتے ہیں کہ اس کو آئی جی بنائیں تو وہ کبھی خواب بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو ڈی آئی جی بنائیں، ماں باپ ہمیشہ اپنی اولاد کو زیادہ سے زیادہ ہی بنانا چاہتے ہیں،

اسی طرح اللہ تعالی بھی اپنے بندوں کے ساتھ یہی چاہتے ہیں، اور نبی ﷺ بھی یہی چاہتے ہیں کہ اللہ کے تمام بندے عزت کے ساتھ، خوشی کے ساتھ زندگی گزاریں، تاکہ ان کی دنیا بھی اچھی گزرے اور آخرت بھی اچھی گزرے، جس طرح شیطان عام طور سے لوگوں کو یہ بہکاتا ہے کہ اگر وہ دین دار بنیں گے، تو دنیا میں کمی ہو جائے گی، اور دین کو اپنانے سے دنیاوی ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہ بالکل غلط ہے اور شیطان کا حربہ ہے انسان کو راہ راست سے بھٹکانے کے لئے، اس لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جنہوں نے دین کو اپنے عمل سے سمجھایا ہے) آپ ﷺ جن دعاؤں کو سب سے زیادہ مانگا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں وہ دعائیں ہمیں سکھائی گئی ہیں۔

حج کے دوران جب آدمی وہاں دعا کی قبولیت کے لئے عجیب کیفیت کے ساتھ جاتا ہے اور طے کرتا ہے کہ اللہ کے سامنے اپنی ساری درخواستیں منظور کرائیں گے، اس موقع کے لئے جو دعا سنت اور حدیث سے سب سے زیادہ مانگنا ثابت ہے، وہ دعا جو طائف میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم فرمایا، اور خود مانگ کر دکھایا، حدیث میں آیا ہے کہ حجر اسود کے پاس ۷۵/ ہزار فرشتے ہر وقت متعین رہتے ہیں، اور دعا کرنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں، اس جگہ پر، اور اس موقع پر بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دعا سنت سے ثابت ہے وہ یہ ہے: ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار'' یا اللہ میری دنیا بھی اچھی کیجئے اور آخرت بھی اچھی کیجئے اور مرنے کے بعد مجھے عذاب سے بچایئے۔ ایک اور دعا کے الفاظ یہ ہیں: ''اللھم انی اسالک العفو والعافیة والمعافاة الدائمه فی الدین والدنیا والاخرة'' یعنی اے اللہ میں آپ سے دین ودنیا کی ہمیشہ کی عافیت اور خیر چاہتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ معاذ تمہیں معلوم ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا دعا مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا وآخرت کی عافیت مانگا کرو۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ دنیا میں فقر وفاقہ مانگو اور فقیر بن کر رہو۔ اللہ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں میرے بندے اچھی زندگی گزاریں، ان کی انفرادی زندگی، اوران کی اجتماعی زندگی، خوشیوں سے، راحت سے، چین سے، عزت کے ساتھ گزرے، اور مرنے کے بعد کی زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، وہ اچھی طرح سے گزرے۔ اللہ یہی چاہتے ہیں۔

اب اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری دنیا وآخرت اچھی گزرے اور یہ کہ ہمارے حالات اچھے ہو جائیں، تو اس کے لئے واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم اللہ کو راضی کریں اور وہ طرز زندگی جو اللہ نے ہمارے لئے منتخب فرمایا ہے، اسے اختیار کریں۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے، کہ جس طرح ماں باپ کو منانا آسان ہے، اس سے بھی کئی زیادہ اللہ تعالیٰ کو منانا آسان ہے۔ ماں باپ کے ساتھ بھی یہ ہے کہ ماں باپ صرف اس بچے سے راضی ہوتے ہیں جو اپنے ماں باپ کو راضی کرنا چاہے، اور جو راضی کرنا نہ چاہے تو اس سے ہرگز ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ جس کے بارے میں ماں باپ کو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

معلوم ہے کہ وہ راضی کرنا نہیں چاہتا، ناراض ہی رکھنا چاہتا ہے، تو اتنی ممتا کے باوجود ماں باپ اس سے اس قدر ناراض ہوجاتے ہیں کہ بعض اوقات قانونی طور سے اپنی جائیداد سے بے دخل کردیتے ہیں، اور اعلان کردیتے ہیں کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، اس کے بھلے برے کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اور اخبارات میں اس طرح کے اشتہارات آتے رہتے ہیں۔ اور جو بچے اپنے ماں باپ کو راضی کرنا چاہتے ہیں، اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ راضی کرنے کے لئے کوشش کرتا رہے، اور اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ بھی ہو پا رہا ہو، تب بھی اس کو کوشش کو دیکھ کر ماں باپ راضی ہوجاتے ہیں۔ ماں باپ نے یہ چاہا کہ میرا بچہ پڑھ لکھ لے، اور کوشش کرکے کامیاب ہو جائے، اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ بچہ خوب محنت کررہا ہے اور اس کے لئے کوشش کررہا ہے، تو اگر اس سب کے باوجود وہ بچہ دس دفعہ فیل ہوجائے، تو بھی ماں باپ اس کا حوصلہ بڑھاتے ہیں، کہ بیٹا کوئی بات نہیں، لوگ کئی کئی دفعہ فیل ہوکر بھی کامیاب ہوجاتے ہیں، ایسا ہوتا ہے، ویسا ہوتا ہے، لیکن جو بچے کھیلتے ہیں اور کامیابی تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور ہمیشہ شرارتوں میں لگے رہتے ہیں اور بچوں کی بری صحبت میں لگے ہوتے ہیں اور طرح طرح کے جرائم میں لگے ہوتے ہیں اور پھر وہ فیل ہوجاتے ہیں، تو ماں باپ ناراض ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ بچے کامیابی کی راہ پر چلے ہی نہیں، اور انھوں نے کامیابی چاہی ہی نہیں، اس لئے ماں باپ بھی ان سے ناراض ہی رہتے ہیں۔

ایسا ہی اللہ کے یہاں بھی ہے کہ اللہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارہ بندہ ہمیں راضی کرنے کی خواہش رکھتا ہے کہ نہیں، چاہت رکھتا ہے کہ نہیں، اس کے کوشش کرتا ہے کہ نہیں۔ بس ذرا سا اندر سے اس نے چاہا کہ اللہ راضی ہوجائے، تو اللہ تعالی اپنے رضا کے راستے اس پر کھول دیتے ہیں۔

اس کی ایک بہت پیاری مثال ہمارے حضرت، حضرت مولانا علی میاں نورہ اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمائی، اور بزرگان دین اکثر سنایا کرتے ہیں کہ اللہ کی ممتا اور شفقت کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ماں باپ اپنے بچے کی تربیت کے لئے، اس میں ہمت وحوصلہ پیدا کرنے کے لئے، اس کی اوقات، اس کی بساط سے زیادہ اس کو کام بتادیتے ہیں، ایک ننہا سا چھوٹا سا بچہ ہے، تین چار سال کا، باپ اس سے کہے گا، بیٹا سامنے سے گاؤ تکیہ اٹھا کے لے آؤ۔ بڑا والا جو گول والا تکیہ ہے، تخت پر رکھا ہوا ہے۔ بچہ نے دیکھا کہ ابا کی کمر لگ رہی ہے اور دیوار کی ٹھنڈ لگ رہی ہوگی، پھر اس نے تکیہ کو دیکھا پھر اپنے کو دیکھا، بچہ نے سوچا کہ میں تو بہت چھوٹا ہوں، تکیہ اتنا بڑا ہے، تو باپ حوصلہ بڑھائے گا کہ بیٹا تم لے آؤ تم بہادر ہو، وہ کہے گا: میرا بچہ تو بہت بہادر ہے۔ تو وہ لے کر آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ وہ سوچے گا کہ کوشش تو کرلوں، میرے ابا نے کہا ہے، مجھ کو ان کی ماننا چاہیے، اور وہ لے کر چل دیتا ہے۔ اور گرتے پڑتے منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ننہا سا معصوم بچہ ہے، لیکن اس کے دل میں ماں باپ کے لئے سب کچھ ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ناسمجھی کی وجہ سے ماں باپ معصوم بچہ پر سختی کرتے ہیں، اور زیادتی کردیتے ہیں، خصوصا وہ لوگ جو منفی ذہن رکھتے ہیں، ہر وقت روک ٹوک کرتے ہیں، بچوں کے ساتھ شفقت کی کمی کی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ بچہ بھی ان سے محبت بھی کمی کررہا ہے۔ میں نے آخری صفحہ میں ایک واقعہ لکھا تھا کہ ٹیبل پر دو سیب رکھے ہوئے تھے، باپ نے کہا بیٹا ٹیبل پر سے دونوں سیب اٹھالاؤ، تو بچہ نے ایک سیب کو اٹھایا اور اس پر دانت ماردیا، باپ نے کہا: بیٹے مجھے بھوک لگ رہی ہے، تو بچہ نے دوسرا سیب بھی اٹھالیا اس میں بھی دانت ماردیا، باپ کو غصہ آگیا کہ دونوں سیب جھوٹے کردئے، باپ ناراض ہونے ہی والا تھا کہ بچہ نے کہا: ابو ابو یہ والا میٹھا ہے، بچے نے اپنی معصومیت سے سوچا کہ جو زیادہ میٹھا ہوگا وہ ابو کو دوں گا، اور باپ سمجھ رہا ہے کہ مجھے نہ دینے کی وجہ سے دونوں کو کھانا چاہتا ہے۔ [باقی آئندہ]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

محمّد بن قاسم

ظالم یا مسیحا!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

غزوۃ الہند کی حقیقت واضح ہونے کے بعد اب اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ:

- محمد بن قاسم کے حملہ کا واقعہ کیوں پیش آیا؟
- اس نے کس طرح کامیابی حاصل کی، صرف عرب فوج سے یا مقامی لوگوں کی مدد سے؟
- محمد بن قاسم کا اپنی مسلم وغیر مسلم رعایا کے ساتھ کیسا سلوک تھا؟
- راجہ داہر کس کردار کا انسان تھا اور اپنی رعایا کے ساتھ اس کا کیا رویہ تھا؟

اس سلسلہ میں ڈاکٹر مختار احمد مکی کی کتاب ''ہندوستان میں گمراہ کن تاریخ نویسی'' کے ایک مضمون کا خلاصہ کسی قدر حذف و اضافہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

حملہ کا محرک

حقیقت یہ ہے کہ جزیرہ سراندیپ اور مالابار میں پہلے سے مسلمان آباد تھے، لنکا دیپ اور مالدیپ میں بھی مسلمان آبادیاں تھیں، اور سراندیپ کا راجہ مسلمان ہو چکا تھا، اس نے سلطنت اسلامیہ کی خدمت میں آٹھ جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑہ روانہ کیا، جس میں بیش قیمت تحائف بھی تھے، اور حاجیوں اور مسلمان تجار کے یتیموں اور بیواؤں پر مشتمل ایک قافلہ بھی سوار تھا، لیکن سمندری طوفان میں وہ بیڑا بھٹک کر دیبل کے ساحل پر جا پہنچا، ان جہازوں کو لوٹ لیا گیا، اور تمام لوگوں کو گرفتار کر کے راجہ داہر کی راجدھانی الور بھیج دیا گیا؛ لیکن اس میں سے دو افراد کسی طرح جان بچا کر عراق پہنچے، اور اس قزاقی کی المناک داستان عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو سنائی کہ جب ایک بیوہ عورت پر تشدد کیا جارہا تھا تو وہ یا حجاج! أغثنی (اے حجاج! مجھے بچاؤ) یا حجاج! أغثنی (اے حجاج! مجھے بچاؤ) چیخ رہی تھی۔

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو فوراً ایک خط لکھ کر ان قیدیوں کو واپس کرنے کو کہا، چچ نامہ اور تاریخ فرشتہ کے مطابق راجہ داہر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ کام ایسی قوم نے کیا ہے جو بڑی قوت وشوکت کی مالک ہے، اور اس پر قابو پانا ممکن نہیں ہے؛ حالاں کہ یہ مال واسباب اور عورتیں بعد میں راجہ داہر کے کمانڈروں ہی کے یہاں سے برآمد ہوئیں، اس جواب کے بعد حجاج نے عبداللہ اسلمی کو ایک مختصر فوجی دستہ دے کر ان سمندری لٹیروں کی سرکوبی کے لئے دیبل روانہ کیا، اس کا مقابلہ دیبل پہنچنے سے قبل ہی بلوچستان میں راجہ داہر کے بیٹے کشیپ (جسے عرب جیہ سیہ کہتے تھے) سے ہوا، اس لڑائی میں عبداللہ اسلمی شہید ہو گئے، اور فوج کو شکست سے دوچار ہونا پڑا، جب اس کی خبر حجاج کو ملی تو اس نے ایک بڑا دستہ جس میں چار ہزار لوگ تھے، بدیل محالی کی قیادت میں بھیجا؛ لیکن اس کو بھی دیبل پہنچنے سے قبل ہی کشیپ نے اپنی زبردست فوج اور جنگی ہاتھیوں کی مدد سے شکست دے دی۔

اب حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے سندھ پر باضابطہ حملہ کی اجازت چاہی؛ لیکن خلیفہ کو حجاج کی اس درخواست پر تأمل تھا؛ کیوں کہ دو بار مسلمانوں کی فوج کو شکست ہو چکی تھی، حجاج بن یوسف نے ساری کارروائی کی ذمہ داری اپنے سر لی، اس نے اپنے سترہ سالہ چچازاد بھائی اور داماد محمد بن قاسم کو شیراز سے بلا کر چھ ہزار شامی گھوڑسوار، چھ ہزار عراقی شتر سوار اور تین ہزار باربرداری کے اونٹوں کے ساتھ سندھ کے لئے ۷۱۱ھ میں روانہ کیا، اس کے ساتھ ہی بحری جہازوں کا ایک بیڑا بھی تھا،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جس میں سامان رسد کے علاوہ آلات جنگ اور منجنیق وغیرہ تھے۔

مقامی لوگوں کی مدد

محمد بن قاسم کی فوج نے سندھ پہنچ کر اس کے ایک شہر دیبل کا محاصرہ کرلیا، آٹھ دنوں تک میدان کارزار گرم رہا، راجہ داہر کا بیٹا کشیپ اپنے ساتھ چار ہزار فوج لے کر راتوں رات دیبل سے نکل بھاگا اور شہر پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہوگیا، مختلف شہروں کے حاکم اور عوام محمد بن قاسم کے حسن سلوک کی وجہ سے اس کے مطیع ہوتے گئے، کچھ شہروں کے حاکموں اور عوام نے اپنی رغبت سے شہر خالی کردیئے تو کچھ جگہوں پر مقابلے ہوئے اور بزور قوت اس پر قبضہ حاصل کیا گیا، اس طرح وہ راجہ داہر سے لڑنے کے لئے الور کی جانب روانہ ہوا، جہاں راجہ داہر اپنے بیٹے کشیب اور خلیفہ بغداد کے ایک باغی محمد علاقی کو لے کر ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کا منتظر تھا، الور سے پہلے ایک تیز وتند دریا کو عبور کرنا تھا، محمد بن قاسم کی فوج نے کشتی کا ایک پل تیار کیا اور اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے دریا کی دوسری جانب پہنچ گیا، اس جنگ میں اس کی مدد کے لئے موکا بن بسیا اور اس کا بھائی راسل ٹھاکر اور جاٹ کی ایک بڑی تعداد بھی تھی، ابتداء میں اس کا مقابلہ داہر کے بیٹے کشیپ سے ہوا، اس وقت محمد بن قاسم کے پاس پندرہ ہزار کے قریب فوج تھی، جب کہ راجا داہر کے پاس پچیس سے تیس ہزار زرہ پوش سپاہی، دس ہزار نیزہ بردار اور تقریباً پچاس ہزار کے قریب فوج، نیز جنگی ہاتھی بھی تھے، راجہ داہر کے ہاتھیوں نے محمد بن قاسم کی فوج کو کافی نقصان پہنچایا، ۲۰/جون ۷۱۲ء کو بڑے زور وشور کے ساتھ جنگ ہوئی، تیسرے روز راجہ داہر کی فوج تتر بتر ہوگئی؛ لیکن وہ اپنے ایک ہزار وفادار سپاہیوں کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا، ۲۱/جون مطابق ۱۰/رمضان المبارک ۹۳ھ کو بعد مغرب داہر کے قتل ہونے کے ساتھ ہی جنگ کا فیصلہ محمد بن قاسم کے حق میں ہوگیا۔

محمد بن قاسم کی دوسری بڑی فتح برہمن آباد کی مانی جاتی ہے، جہاں راجہ داہر کا بیٹا کشیپ، محمد علاقی اور وزیر سی ساگر دوسرے ہندو راجاؤں کے ساتھ اس سے مقابلہ کے لئے تیار تھا، چھ ماہ تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رہا، بالآخر ان لوگوں نے جان ومال کی امان حاصل کر کے قلعہ محمد بن قاسم کے حوالہ کردیا، محمد بن قاسم نے بغیر کسی کشت وخون کے تمام اہل کاروں کو اپنی جگہ مامور رکھا، صرف جزیہ (ٹیکس) کے لئے اعلان کیا گیا کہ درجہ اول یعنی امراء طبقہ کے لوگوں سے ۱۴/تولہ، درجہ دوم کے لوگوں سے ۷/تولہ اور عام لوگوں سے پونے چار تولہ چاندی وصول کی جائے گی، اور جو لوگ اسلام قبول کرلیں گے، ان سے اسلامی احکام کے مطابق زکوٰۃ وصدقات کی رقم وصول کی جائے گی، نیز جو لوگ اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہیں گے، ان کے لئے کوئی رکاوٹ اور زور زبردستی نہیں کی جائے گی، وہ اپنی زمین، مکان اور جائداد کے حسب سابق مالک رہیں گے۔

راجہ داہر کی ایک بیوی لادی نے اسلام قبول کرلیا اور محمد بن قاسم نے اسے عزت دیتے ہوئے باندی کے درجہ میں رکھنے کے بجائے اپنے نکاح میں لے لیا، بقیہ بیویاں یا تو ستی ہوگئیں یا پُرامن طور پر اپنی زندگی کے بقیہ اوقات پوری کرنے میں لگ گئیں راجہ داہر کی دو بیٹیوں سوریہ دیوی اور پرمالی دیوی کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا، بقیہ تمام قیدی رہا کردیئے گئے، اور عام لوگوں کو امان دے دی گئی، اسی طرح اس نے ملتان کو بھی دو ماہ کے محاصرہ کے بعد اپنے قبضہ میں لے لیا، جہاں ایک برہمن کی نشان دہی پر جیسو نامی ایک قدیم راجہ کا خزانہ ہاتھ لگا، اس میں دو سو تین من خالص سونے کی ایک مورتی اور زیر زمین تیرہ ہزار دو سو من سونے کا ٹکڑا تھا، ملتان کی اس فتح کے بعد محمد بن قاسم کے فوجیوں کی تعداد بڑھ کر پچاس ہزار کے قریب ہوگئی، جو سندھ نژاد نومسلم، جاٹ اور میڈ اس ذات کے ہندوؤں پر مشتمل تھی، جب کہ اس نے جب سندھ میں قدم رکھا تھا تو اس کے ساتھ صرف بارہ ہزار شامی وعراقی فوجی تھے، کاکا، موکا، سی ساگر، کاکیسا وغیرہ ہندو سردار

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے، جن پر وہ اسی طرح بھروسہ کرتا تھا، جیسا کہ مسلمان سرداروں پر کیا کرتا تھا، اس نے ان میں سے کسی کو اسلام قبول کرنے کے لئے کبھی مجبور نہیں کیا، راجہ داہر کے بیٹے کشیپ نے بھی محمد بن قاسم کی معزولی کے بعد دوبارہ برہمن آباد پر قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت مستحکم کر لی، دو سال بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں اس نے اسلام قبول کر لیا اور برہمن آباد پر قابض رہا، محمد بن قاسم ہندستان کے لوگوں کو اہل کتاب تسلیم کرتا تھا، اس کا ایک واضح حکم تھا کہ ہندوؤں کے مندروں کی حیثیت وہی رہے گی، جو عیسائی چرچوں، یہودیوں کے عبادت خانوں اور پارسیوں کی آتش کدوں کی ہے۔

''چچ نامہ'' میں ہے کہ برہمن آباد کی مہم کے خاتمہ کے بعد مقامی باشندوں نے اپنے ایک مندر کی تعمیر نو کے لئے اس سے استدعاء کی، محمد بن قاسم نے اس سلسلہ میں حجاج بن یوسف کو ایک خط لکھا، جس کا جواب حجاج نے ان الفاظ میں دیا:

''مکتوب عزیز پہنچا، احوال مندرجہ سے آگہی ہوئی، برہمن آباد کے سربرآوردہ لوگوں نے اپنے مندر کی تعمیر اور اپنی قوم کے متعلق التماس کیا ہے، جب ان لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے، اور دارالخلافہ کے طئے کردہ رقوم کی ادائیگی کا ذمہ لے لیا ہے، تو پھر ہمارا ان پر کوئی حق نہیں رہتا؛ اس لئے اب وہ ذمی ہو گئے ہیں، اور ان کی جان و مال میں تصرف کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے؛ اس لئے اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے معبود کی عبادت کریں، اور کسی شخص کو اس کے مذہب کے متعلق ممانعت نہ ہو؛ تاکہ وہ اپنے گھروں میں اپنی رائے کے مطابق رہیں سہیں'' (ویشم ڈجیکسن، ہسٹری آف انڈیا: ۱۲/۵، طبع: لندن، ۱۹۰۷ء)

محمد بن قاسم کا سلوک و اخلاق

اب ایک نظر محمد بن قاسم کے اخلاق وسلوک پر ڈالئے! مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن قاسم اپنی سیرت اور کردار کا ایک غیر فانی نقش سندھ میں چھوڑ گیا، جو عرب مسلمان یہاں رہ گئے تھے، انھوں نے اپنے مرثیوں میں خون کے آنسو بہائے، اور ان سے زیادہ ماتم مقامی باشندوں نے کیا، اس کی فیاضی، سرچشمی، رواداری اور حسن اخلاق کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے اس کی مورتی بنائی، وہ عقیدت سے اس کے آگے سرِ نیاز خم کرتے، جیسا کہ مشہور مؤرخ بلاذری نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے باشندوں نے محمد بن قاسم کی موت پر آنسو بہائے، ارکیرج (کوراج یا جئے پور) میں اس کی مورتی بنا کر رکھی گئی۔

ڈاکٹر تاراچندر محمد بن قاسم کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''مسلمان فاتح نے مفتوحون کے ساتھ نہایت عقل مندی اور فیاضی کا سلوک کیا، مال گزاری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا، اور قدیم ملازموں کو اپنی جگہ برقرار رکھا، ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے مندر میں پوجا پاٹ کی اجازت تھی، ان پر فقط ایک خفیف سا محصول عائد کیا جاتا، جو اسے آمدنی کے مطابق ادا کرنا پڑتا، زمین داروں کو اجازت تھی کہ وہ برہمنوں اور مندروں کو قدیم ٹیکس دیتے رہیں''۔ (اے، شارٹ ہسٹری آف انڈیا: ۱۲۲)

راجہ داھر کا کردار و اخلاق

جب کہ راجہ داہر کے باپ کے متعلق تاراچند ہی لکھتے ہیں:

''وہ ایک انتہائی متعصب بادشاہ تھا اور رعایا کے ایک طبقہ کے لئے اس کے قوانین انتہائی سخت اور جابرانہ ہوتے تھے..... انہیں ہتھیار رکھنے، اچھا کھانے، کپڑا پہننے اور گھوڑ سواری کی اجازت نہیں ہوتی تھی''

ایک جرمن دانشور جان کریمر لکھتا ہے کہ:

''سندھ میں محمد بن قاسم کی حکومت میں اور اس کے بعد بھی برہمنوں کی عزت اور ان کا رتبہ جوں کا توں قائم رہا، زمین کی مال گزاری بھی حسب معمول جوں کی توں تین فیصدی جاری رکھی گئی، ہندوؤں کو کھلی اجازت تھی کہ اپنے مندر بنانے کے لئے وہ آزاد ہیں، ہندو تاجر مسلمان تاجروں کے ساتھ اپنی تجارت بڑھانے کے لئے جو بھی طریقہ مناسب سمجھتے، عمل میں لاتے، عربوں اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سندھیوں میں اس قدر باہمی تعلقات اور محبت کے رشتے استوار ہو گئے کہ خلیفہ نے کبھی سندھ میں مندروں کو گرانے کی یا اسلام کے پرچار کی اجازت نہیں دی''۔

ایشوری پرشاد نے محمد بن قاسم کے کارناموں کو ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اس کے باوجود ان کا بیان ہے:

..... محمد بن قاسم نے ہندوستان پہنچ کر اپنے جھنڈے کے نیچے ان جاٹوں اور میدیوں کو جمع کیا، جو ہندوؤں کی غیر روادارانہ حکومت سے عاجز تھے، اور بہت ذلت برداشت کررہے تھے، وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے، ان کو اچھے کپڑے پہننے کی ممانعت تھی، ان کو ننگے سر رہنے کا حکم تھا، ان ذلتوں کے باعث وہ محض لکڑہارے اور پَن بھرے بن کر رہ گئے تھے، ان کے دلوں میں ایسا عناد بھرا ہوا تھا کہ انھوں نے اپنی قسمت کو فوراً ہی ایک اجنبی کے سپرد کر دیا''۔ (ایشوری پرشاد، ہسٹری آف میڈائیول انڈیا:۵۶)

ڈاکٹر بنی پرساد لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں حکومت کے مقبول ہونے کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ اس کے باشندوں کو مذہبی فرائض انجام دینے اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہو، ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے مذہبی رواداری کی اہمیت کو بہت جلد محسوس کرلیا تھا، اور اپنی حکمت عملی اس کے مطابق بنائی، آٹھویں صدی میں محمد بن قاسم نے سندھ میں اپنی حکومت کا جو نظم ونسق قائم کیا، وہ اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے''۔ (ہسٹری آف جہانگیر:۸۹)

The Muslim invaders had realised the importance of religion and accordingly adopted their administrative measures, In the 8th century the rule which Mohammad Bin Qasim established was a excellent example of tolerance, (Beni Prasad History of Jahangir. pp. 88.89

شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ بھی محمد بن قاسم کے کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اگر چہ محمد بن قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا؛ مگر وہ بڑا مدبر اور شجاع تھا، شمشیر اور تدبیر دونوں سے کام لیتا تھا، اگر اتفاقیہ شمشیر سے کوئی ستم ہو گیا تو تدبیر سے اس کی مکافات بھی ضرور کی، اگر کہیں بتوں کو توڑا تو اس کے ساتھ بت خانوں کی مرمت کا بھی حکم دے دیا، اگر کہیں لوٹ مار سے دشمنوں کو خستہ کیا تو ان کو بیت المال سے معاوضہ بھی دلا دیا، قدیم قاعدہ جو ہندوؤں کا تھا کہ زر مال گزاری میں سے تین فی صد خزانہ شاہی میں اس لئے داخل کیا کرتے تھے کہ اس روپیہ میں سے برہمنوں کی خدمات کا معاوضہ دیا جائے، اسے اسی طرح بدستور برقرار رکھا، جو بھی مقامی ذی لیاقت آدمی ملا، اس کی قدر شناسی کی؛ بلکہ لائق آدمی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا اور سرفراز کیا، اس نے یہاں کے وزیروں کو وزیر اور مشیروں کو اپنا مشیر مقرر کیا اور اپنے پاس رکھا، غرض مردم شناسی اور دل جوئی اس پر ختم تھی۔ (تاریخ ہند:۲۴۵)

اوپر راجہ داہر کے اپنی رعایا کے ساتھ سلوک کا ذکر آچکا ہے، اپنی ذاتی زندگی میں اس کی اخلاقی حالت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ چچ کی موت کے بعد اس کا بھائی چندر راجہ بنا، چند سالوں میں وہ فوت ہو گیا تو شمالی سندھ میں چچ کا بڑا بیٹا دھرسیہ راجہ بنا اور جنوبی سندھ میں چھوٹا بیٹا داہر، چچ کی ایک بیٹی تھی، دھرسیہ نے اس کے جہیز کا سامان تیار کیا اور اسے داہر کے پاس بھیج دیا کہ اس کی شادی کر دی جائے، داہر نے ہندو جوتشیوں سے زائچہ نکلوایا، جوتشیوں نے کہا کہ آپ کی بہن بہت نصیب والی ہے، یہ جس کے پاس رہے گی، اس کے پاس سندھ کی حکومت ہوگی، داہر نے اس ڈر سے کہ کہیں اس کے ہاتھوں سے حکومت نہ چلی جائے، وزیروں سے مشورہ کیا، انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اپنی بہن سے شادی کرلیں، بات اچھی ہو یا بری، لوگ دو چار دن یاد رکھتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں، لوگوں نے تو راج پاٹ کے چکر میں بھائیوں اور باپ تک کو قتل کرادیا، بہن سے شادی تو معمولی بات ہے؛ چنانچہ داہر نے اپنی بہن سے شادی رچالی، دھرسیہ کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ایک لشکر جرار لے کر برہمن آباد سے روانہ ہوا اور وادی مہران کے جنوبی علاقے نیرون کوٹ (موجودہ حیدرآباد سندھ) پہنچا، اور قلعے کا محاصرہ کرلیا، اسی دوران چیچک کی وبا پھیلی اور دھرسیہ فوت ہوگیا، اب راجہ داہر پورے سندھ کا راجہ بن گیا اور اس کی خودسری حد سے بڑھ گئی، قزاقی، لوٹ مار اور غنڈہ گردی کرنے والوں کے لئے داہر ایک سایہ عافیت بن گیا۔ (تاریخ سندھ: ۴۵-۴۶)

خلاصۂ تحریر

حاصل یہ ہے کہ:

(۱) غزوۂ ہند کا واقعہ پیش آچکا ہے، مستقبل میں پیش آنے والا نہیں ہے۔

(۲) غزوہ ہند کی مہم انجام دینے والے سے مراد محمد بن قاسم کا حملہ ہے۔

(۳) محمد بن قاسم نے حملہ کرنے میں پہل نہیں کی تھی؛ بلکہ راجہ داہر کی طرف سے لوٹ مار اور عورتوں کو گرفتار کرنے کا جو واقعہ پیش آیا، اس کی وجہ سے حملہ کرنا پڑا۔

(۴) محمد بن قاسم کے ساتھ کئی ہندو سردار بھی شامل تھے، وہ صرف ۱۲/ ہزار فوجیوں کے ساتھ آیا، مگر بہت کم عرصہ میں اس کی فوج پچاس ہزار ہوگئی، یہ سب بقیہ فوجی مقامی تھے، اور ان میں بڑی تعداد ہندوؤں کی تھی، اس نے تمام رعایا کو مذہب کی مکمل آزادی دی تھی۔

(۵) راجہ داہر نے اپنی سگی بہن سے شادی کر رکھی تھی اور وہ غیر برہمن کے ساتھ نہایت حقارت آمیز سلوک کرتا تھا؛ اسی لئے مقامی لوگ اس سے بد دل تھے اور وہ بہ آسانی محمد بن قاسم کے ساتھ آگئے، یہ بات غیر مسلم محققین نے بھی لکھی ہے۔

(۶) محمد بن قاسم کے حسن سلوک کی وجہ سے رعایا اس کی گرویدہ تھی، یہاں تک کہ انھوں نے اس کا مجسمہ بنا کر اس کی پوجا شروع کردی تھی۔

نعت پاک

قاری نسیم احمد منگلوری

عشقِ رسولِ پاک سے لبریز جگر لا
اے اہل یقیں شجرِ محبت پہ ثمر لا

اے بادِ سحر گنبدِ خضریٰ کے مکیں سے
لکھوا کے مرے واسطے طیبہ کا سفر لا

محبوب کے جلوے تجھے ہر سمت ملیں گے
قرنی کا جگر، زید و سفینہ کی نظر لا

دیتا ہے یہ قرآنِ مبیں درسِ بلاغت
جا کوئے محمد سے، تو ایماں کی نظر لا

ماضی میں ہر اک شب کے جو ماتھے پہ لکھی تھی
ظلمت میں اجالے کو وہ ہی نوری سحر لا

ملتی ہے جو اصحابِ محمد کے قدم سے
گلیاں وہ ہی کوچے، وہ ہی انمول ڈگر لا

اے بادِ نسیم ان کا کب آئے گا بلاوہ
کچھ تو ہی خدا کے لئے طیبہ سے خبر لا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بنی نوع انسان کو دعوت

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

ایک مسلمان عام حالات میں اس بات کا مکلّف نہیں ہے کہ تنہا اللہ کی اطاعت کرے، اور رسم بندگی بجا لائے، بلکہ اس بات کا بھی مکلّف ہے کہ اللہ کے تمام بندوں کو چاہے وہ کسی مذہب کے پیرو ہوں اللہ پر ایمان کی دعوت دے، اور اس کی اطاعت کی طرف بلائے۔ شخصی اور انفرادی اخلاق کے اجزائے ترکیبی کے مکمل ہونے سے زندگی میں جو پھول کھلتے ہیں ان کی خوشبو سے دنیا کے چمن کو معطر ہونا چاہئے، دنیا میں ہر طرف ایمان کی بہار آنی چاہئے، یہ کام صرف دعوت کے ذریعہ انجام پاسکتا ہے، تمام انبیاء کرام شروع سے لے کر آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تک اللہ کے تمام بندوں کو دین کی دعوت دیتے آئے تھے، اور اللہ کے بندوں میں جو اس دعوت کو قبول کر لیتے تھے اور ایمان لے آتے تھے آپ ان کی اصلاح وتربیت فرماتے تھے، لیکن وہ اللہ کے تمام بندوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے تھے، قرآن وحدیث میں دعوت اسلام کا بہت اہتمام سے بار بار ذکر آیا ہے، اور تمام بنی نوع انسان کو دعوت اسلام دینے کا ایک نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا:

کنتم خیر امة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو کہ تمام بنی نوع انسان کے لیے تمھیں اٹھایا گیا ہے، تم لوگوں کو معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

یہ بہت اہم آیت ہے، اس میں اس امتِ اسلام کو خیر امت ہونے کا اعزاز جس صفت کی بنا پر بخشا گیا ہے وہ ہے ''اخرجت للناس''، یعنی تم کو بنی نوع انسان کے لیے برپا کیا گیا ہے، اور تمہارا کام ''ناس'' کو یعنی تمام بنی نوع انسان کو اسلام سے مانوس کرنا اور دین توحید کی طرف ان کو بلانا ہے، اور تمام انبیاء کرام کا اسوہ بھی یہی رہا ہے، چونکہ انبیاء کو پوری قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے، اس لیے وہ لسانِ قوم میں قوم کو خطاب کرتے ہیں، اس سے لسان قوم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، تو اسلام کے اجتماعی یا معاشرتی اخلاق میں اور انبیاء کے تتبع میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو، تمام مذاہب کے لوگوں کو مخاطب بنایا جائے اور یہ کہ ان کو لسان قوم کے ذریعے خطاب کیا جائے۔ انبیاء کا جو طریقہ لسان قوم میں خطاب کرنے کا رہا ہے اس کی اہمیت کا پورے طور پر احساس پیدا ہو جائے تو تمام دینی مدارس کا نصاب ایسا بنے گا کہ ان کو پڑھ کر کے لسان قوم کے ماہرین علماء پیدا ہوں گے، اور وہ انبیائی طریقے کے مطابق ''پوری قوم کو'' صرف ''مسلمانوں کو نہیں'' بنی نوع انسان کو لسان قوم میں خطاب کریں گے، ایک دوسری آیت ہے جس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر وأولئک هم المفلحون (آل عمران:۱۰۴)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے، اور نیک کاموں کے کرنے کو کہے اور برے کاموں سے روکے اور ایسے لوگ پورے طور پر کامیاب ہوں گے''۔

آیت میں خیر کی طرف بلانے کی بات کہی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی خیر نہیں ہے، اس آیت میں منکر سے روکنے کی بات کہی گئی ہے اور شرک سے بڑھ کر کوئی منکر نہیں ہے، قرآن مجید میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے: **ان الشرک لظلم**

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عظیم (لقمان:۱۳)''بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے''۔

حدیث میں ہے کہ حضورﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تم امر بالمعروف کرتے رہو اور منکر سے منع کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو، ورنہ تمہارے قلوب بھی اس طرح خلط کردیے جائیں گے کہ جس طرح سے ان لوگوں کے کئے گئے جو تم سے پہلے تھے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی، بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔دعوت کا کام تمام بنی نوع انسان کے لئے کیا جائے گا، ساری انسانیت اللہ کا کنبہ ہے اس میں برادران وطن کا حق سب سے زیادہ ہے یعنی ان کو دعوت دینے کی فکر کرنی چاہئے اور اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔

معاشرے میں بگاڑ اتنا پھیل چکا ہے کہ اب یہ بات خوبی کی سمجھی جانے لگی ہے کہ انسان صلح کل بن کر رہے،''با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام''، وہ شرک وکفر اور بت پرستی کے خلاف زبان نہ کھولے، دین توحید کی کسی کو دعوت نہ دے، یہ مزاج اتنا ہمارے اندر سرایت کر گیا ہے کہ اب شرک اور کفر کی برائی کی شدت دل میں محسوس نہیں ہوتی ہے، ہم نگاہوں سے کھلی بت پرستی کو دیکھتے ہوں اور یہ دیکھتے ہوں کہ معبودان باطل کو جلوس کی شکل میں نکالا جارہا ہو، اس سے ہمارے دل میں کوئی بے چینی محسوس نہیں ہوتی ہے، مسلمانوں کے اجتماعی اخلاق میں یہ ایک بڑا نقص بہت زمانے سے پایا جاتا ہے، کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح کی فکر تو کرتے ہیں، لیکن اس شرک سے روکنے کا خیال بھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا جسے قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔

شرک اور بت پرستی کے خلاف اسلام کے مکی دور میں ایک پوری تحریک چلائی گئی اور اس کام میں عزیمت اور اخلاص کا ثبوت دیا گیا، آگے چل کر اس دعوتی کام کی وجہ سے لوگوں نے اسلام بھی قبول کیا، اور مسلمانوں کی طاقت اور عزت میں اضافہ بھی ہوا۔

اسلامی اخلاق وکردار میں توحید کو مرکزی مقام حاصل ہے اس لئے اجتماعی اور معاشرتی اخلاق کے تمام کاموں میں اصنام پرستی اور کفر وشرک کی، دلیل سے مخالفت کو بڑی اہمیت حاصل ہے اسلام میں دعوت کے کام میں جبر اور زبردستی سے پرہیز کی تلقین کی گئی ہے، اور نصیحت اور ترغیب کے طریقوں کو اپنانے پر زور دیا گیا ہے، ایک مسلمان داعی، معاشرہ اور ماحول میں کفر وشرک کے خلاف جب کھڑا ہوتا ہے، تو اسے مشکلات کا سامنا بھی کرنا ہوتا ہے، پہلا جو ضروری کام ہے وہ مخاطب کو یہ بتا دینا اور سمجھا دینا ہے کہ دعوت کے کام میں جبر اور زبردستی سے کام لینا منع ہے اور ہمیشہ نصیحت اور ترغیب کے طریقوں کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اسی کے ساتھ جب داعی اپنے آپ کو شخصی، ذاتی اور انفرادی اخلاق سے مزین کرلیتا ہے اس کے کردار کی خوشبو جب پھیلتی ہے اور اس کی سیرت واخلاق کے نمونے لوگوں کے سامنے آتے ہیں تو دعوت میں اثر انگیزی پیدا ہوجاتی ہے اور داعی کی اخلاقی شخصیت کی وجہ سے پوری پوری جماعت کو راہ ہدایت مل جاتی ہے، تاریخ میں اس کے متعدد واقعات ہیں، صلح حدیبیہ کے وقت سے دوسال تک مشرکین مکہ کو مسلمانوں سے ملاقات اور میل جول کا موقع حاصل ہوا، اس عرصہ میں غیر معمولی طریقے سے دعوت کے کام کو کامیابی ملی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان میل جول بڑھا، اور مشرکین کو مسلمانوں کے اخلاق اور حسن سیرت اور انسانیت نوازی سے واقف ہونے کا موقع ملا، اور اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں مشرکین کو جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہوئیں۔اس لئے برادران وطن کو دین توحید کی طرف بلانے کے لئے اعلی درجہ کا اسلامی کردار درکار ہے، دعوت کے مواقع پیدا کرنا بھی داعی کا کام ہے، مسلمان سیرت کے اور دیگر دینی موضوعات پر جلسے کرتے ہیں ان جلسوں میں برادران وطن کو اہتمام کے ساتھ بلانا چاہئے، بین المذاہب مکالمہ کا پروگرام رکھنا چاہئے، جن مسائل میں اختلاف ہو ان پر اپنا نقطہ نظر بہتر طریقہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سے پیش کرنا چاہئے۔مساوات انسانی اور مذاہب عالم کے موضوع پر یا عورتوں کے حقوق اور مذاہب کا نقطہ نظر کے موضوع پر سمینار رکھے جاسکتے ہیں، مشترکہ موضوعات پر تبادلہ خیال ہوسکتا ہے اور برادران وطن کے رہنماؤں کو اظہار خیال کی دعوت دی جاسکتی ہے۔لیکن ہر عمل میں للّٰہیت اور خلوص کا رنگ ضروری ہے، ہر کام میں اور ہمارے کلام میں تعلق مع اللہ اور سوز دروں کی تپش ہو ایسی تپش جو فولاد کو موم کردے اور دلوں کی برف کو پگھلا دے، ہماری زبان میں تاثیر اور ہمارے کردار میں تسخیر کی صلاحیت ہو، دعوت کا کام برادران وطن میں اپنے اندر کے ''بھراؤ'' کے ساتھ ہو۔یہ ''بھراؤ'' اللہ کے ذکر سے اور عبادت سے اور اخلاقی کردار سے پیدا ہوتا ہے، یعنی اس سے دل کی دنیا آباد ہوتی ہے، ورنہ وہ دل ویران ہوجاتا ہے، ایک خرابہ بن جاتا ہے۔برادران وطن کے درمیان دعوت کا یہ کام محض ایک قابل تحسین کام نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کا خاص کام اور خاص مشن ہے، شرک اور اصنام پرستی جیسے منکر کے خلاف وہ پوری قوت سے کھڑے ہوتے تھے، لیکن دعوت کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا جائے گا زبردستی سے کام نہیں لیا جائے گا، تلوار نہیں اٹھائی جائے گی، کیونکہ قرآن میں ہے لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ چونکہ اللہ نے تمام انسانوں کو آزادی عطا کی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اور ان کی تبعیت میں ان کے ماننے والوں کو اس پر مامور کیا ہے کہ وہ خلق خدا کو دین توحید کی طرف بلائیں اور جہنم کی آگ سے بچائیں، یہی مفہوم ہے آیت کا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقداکم (سورہ محمد:۷) یعنی اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کردے گا۔آج اگر ہمارے قدم مضبوط نہیں ہیں اور پیروں کے نیچے سے زمین کھسک رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ماضی میں یہ کام اس پیمانہ پر نہیں کیا جتنا کہ کرنا چاہئے تھا، آٹھ سو سال حکومت کرنے کے باوجود نہیں کیا۔مغلیہ دور سے پہلے عہد سلطنت میں صوفیائے کرام نے یہ کام انجام دیا تھا، ان کے طریقہ کار میں ایک اہم طریقہ لنگر کا بھی تھا جس میں وہ سب کو ایک ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے اور ذات بات کی تفریق کو دل سے نکالتے تھے۔

تمام بنی نوع انسان اور برادران وطن کو دین توحید کی دعوت دینے کے لئے ان سے پہلے خوشگوار روابط اور تعلقات کا پیدا کرنا ضروری ہے، خدمت خلق اور خدمت انسانیت کے تمام کام دعوت کے لئے ضروری ہیں۔غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ خاص کر ہمدردی، رحم دلی، دل داری، خیر سگالی، ایثار اور خدمت کے کسی موقعہ کو نہیں ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے اور اس راہ میں کوئی ناخوشگوار بات بھی پیش آجائے تو اس کو انگیز کرنا چاہئے غزوہ اُحد کے موقعہ پر جب دندان مبارک شہید ہوگئے تھے اور چہرہ انور خون آلودہ ہوگیا تھا، آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون یعنی میرے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔

برادران وطن کے درمیان دعوت کا کام یا ان کو اسلام سے مانوس کرنے یا قریب کرنے کی کوشش پیغمبرانہ کام ہے اور جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب نے یہ کام اللہ کے حکم سے انجام دیا، آخری پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرام نے یہ کام انجام دیا، بعد میں جب ملک کے ملک مسلمان ہوگئے اور صرف تھوڑے سے غیر مسلم ذمی کی حیثیت سے رہتے تھے، تو پھر ساری توجہ علوم شریعت کی تدوین کے کام کی طرف ہوگئی اور یہ ہونا چاہئے تھا، لیکن دنیا میں جب کبھی مکی زندگی کا دور واپس آجائے، یعنی مسلمان ایسے ملک میں ہوں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہو تو وہاں سب سے ضروری وہ دعوتی کام ہے جو مکہ میں انجام پایا، لیکن یہ دعوتی کام مؤثر اس وقت ہوگا جب ہر مسلمان اپنے کو اسلامی شخصیت کی تعمیر کے اجزائے ترکیبی سے آراستہ کرلے، انفرادی اور شخصی زندگی میں جو اخلاق حمیدہ مطلوب ہیں ان سے اپنی شخصیت کو سنوار لے۔کیونکہ دعوت کے میدان کا سب سے اہم کام مخاطب کے دل کو متاثر کرنا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے اور دل اس وقت تک متأثر نہیں ہوسکتا ہے جب تک داعی کی دعوت میں اور اس کی اپنی شخصیت میں عبادت اور ذکر کے ذریعہ گداز نہ پیدا ہوجائے، عقل اور دماغ کو دلائل سے مطمئن کرنے کا کام بھی ہونا چاہئے اور اس کے لئے لٹریچر کی ضرورت ہوتی ہے اور اب یہ لٹریچر بڑی حد تک تیار بھی ہوگیا ہے لیکن اس کی افادیت محدود ہے اور صرف دانشور طبقہ کے لئے ہے، اکثریت اسلام اس وقت قبول کرتی ہے جب اس کے دل متاثر ہوجاتے ہیں۔ اس لئے دلوں کو فتح کرنے کا کام زیادہ ضروری ہے۔ اور دلوں کو فتح کرنے کا کام دلیل سے نہیں دل نشین اخلاق سے ہوتا ہے۔

اب جو شخص بنی نوع انسان کو، برادران وطن کو دعوت دینا چاہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی افادیت اور خدمت و خلوص کا نقش پہلے قائم کرے، روابط اور تعلقات استوار کرے اپنی نفع بخشی کا عملی ثبوت پیش کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی بار غار حرا میں وحی نازل ہوئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تھے تو آپ کے لئے وہ عجیب وغریب واقعہ رونما ہوا تھا اور گھر واپس آنے پر آپ کے اعصاب متاثر تھے اور اضطراب کے عالم میں آپ نے حضرت خدیجہ کو کہا تھا: ''زملونی زملونی'' مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ۔ آپ کو اپنی جان کا خوف محسوس ہورہا تھا، اس وقت حضرت خدیجہؓ نے جو الفاظ زبان سے ادا کئے، وہ نبوت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کا مرقع ہیں، اس آئینہ الفاظ میں حضور کی اخلاقی شخصیت نمایاں ہوجاتی ہے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کی تصویر کھینچ دی ہے انہوں نے کہا خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، آپ (۱) رشتہ داروں کے تمام حقوق ادا کرتے ہیں (۲) درماندہ مسافر اور راہ گیر کا سامان اٹھاتے ہیں (۳) فقیر اور فاقہ کش کی مالی مدد کرتے ہیں (۴) مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں (۵) مصیبت زدہ لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرتے ہیں۔

اب جو شخص دعوت کے میدان میں اترے اسے اپنے آپ کو ان اخلاقی صفات سے متصف کرنا چاہئے تاکہ لوگ اسے شریف، شائستہ، ہمدرد انسان سمجھیں اور اس کا احترام کریں، کچھ ایسی ہی صفات اور اخلاقی کردار کا تذکرہ مکہ کے ایک شخص ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر کے بارے میں کیا تھا، جب وہ ایذا رسانیوں سے پریشان ہوکر مکہ چھوڑ کر ہجرت کے ارادہ سے جارہے تھے اور ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا تھا مکہ ایک اخلاقی شخصیت سے محروم ہوجائے گا اور باصرار اس نے ان کو مکہ لوٹنے پر مجبور کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دین توحید قبول کیا تھا وہ بہترین لوگ تھے، اور مکہ کی بنجر سرزمین پر ان کے وجود سے ایک نرسری قائم ہوگئی تھی، اسی طرح اہل دعوت کو اپنی اخلاقی شخصیت کا نقش قائم کرنا چاہئے۔

باوقار اخلاقی شخصیت کا اثر پڑتا ہے پھر داعی کو گردوپیش کے تمام انسانوں سے رابطہ بھی استوار کرنا چاہئے، مختلف ذاتیں اور برادریاں اور قبیلے اس لئے ہیں کہ ان سے تعارف ہو، انسان ہر انسان سے واقف ہو، واقف ہونے کے لئے دل کے وسیع ہونے کے ساتھ دسترخوان کا وسیع ہونا بھی ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے ہندوستان میں صوفیاء کرام نے اسی لئے اپنی خانقاہوں میں لنگر کا انتظام کیا تھا، ہر وارد وحاضر ہر مسافر اور مہمان کے لئے دسترخوان وسیع تھا، یہ دسترخوان باہمی تعارف کا ذریعہ بھی تھا، خانقاہوں میں ہر مذہب کے لوگ آتے تھے اور اسلام کی باتیں گوش دل سے سنتے تھے۔ حدیث میں حکم ہے'' اطعموا الطعام'' یعنی لوگوں کی ضیافت کرو، حضور اکرم ﷺ نے بھی سرداران قریش کی ضیافت کی تھی دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنا دسترخوان غیر مسلموں کے لئے وسیع کریں، دینی جماعتوں کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اپنے دامن دل اور دسترخوان دونوں کو برادران وطن کے لئے کشادہ رکھیں اور مختلف مواقع پر تبادلہ خیال کے لئے اور سماجی مسائل پر گفتگو کے لئے انہیں بلائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ھدایت کے جھونکے

امریکی بہن امینہ جناں سے ایک ملاقات

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

میں جنوری 1945ء میں امریکہ کی ریاست لاس اینجلس کے علاقہ ویسٹ میں پیدا ہوئی، میرے والدین پروٹسنٹ عیسائی تھے اور نا نہال و دادھیال دونوں طرف مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ میں اسکول کے آٹھویں گریڈ میں تھی کہ میرے والدین کو فلوریڈا منتقل ہونا پڑا اور میری باقی تعلیم وہیں مکمل ہوئی، میری تعلیمی حالت بہت اچھی تھی، خصوصاً بائبل سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور اس کے بہت سے حصے مجھے زبانی یاد تھے، اس سلسلے میں میں نے متعدد انعامات بھی حاصل کیے، میں غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی اور ویمن لبریشن موومنٹ (تحریک آزادی نسواں) کی پرجوش کارکن تھی۔

ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی تو میری شادی ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی میں ماڈلنگ کے پیشے سے منسلک ہوگئی، خدا نے مجھے اچھی شخصیت عطا کی تھی اور میں خوب محنت کرتی تھی اس لئے میرا کاروبار خوب چمکا، پیسے کی ریل پیل ہوگئی، شوفر، بہترین گاڑیاں غرض آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ حالت یہ تھی کہ بعض اوقات ایک جوتا خریدنے کے لیے میں ہوائی سفر کر کے دوسرے شہر جاتی تھی، اس دوران میں ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی، مگر سچی بات ہے کہ ہر طرح کے آرام و راحت کے باوجود دل مطمئن نہ تھا۔ بے سکونی اور اداسی جان کا گویا مستقل آزار بن گئی تھی اور زندگی میں کوئی زبردست خلا محسوس ہوتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ماڈلنگ کا پیشہ ترک کر دیا، دوبارہ مذہبی زندگی اختیار کر لی اور مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی تبلیغ کی رضا کارانہ خدمات انجام دینے لگی، اس کے ساتھ مزید تعلیم کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خیال تھا کہ اس بہانے شاید روح کو کچھ سکون ملے گا، اس وقت میری عمر تیس سال تھی۔

اسے خوش قسمتی ہی کہیے کہ مجھے ایک ایسی کلاس میں داخلہ ملا، جس میں سیاہ فام اور ایشیائی طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد تھی، اس سے مجھے بڑی پریشانی ہوئی، مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ مزید گھٹن یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ ان میں خاصے مسلمان تھے اور مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت تھی، عام یورپین آبادی کی طرح میرے خیال میں بھی، اسلام وحشت و جہالت کا مذہب تھا اور مسلمان غیر مہذب، عیاش، عورتوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے مخالفوں کو زندہ جلا دینے والے لوگ تھے، امریکہ اور یورپ کے عام مصنفین اور مؤرخین یہی کچھ لکھتے آرہے ہیں۔ بہرحال شدید ذہنی کوفت کے ساتھ تعلیم شروع کی، پھر اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں ایک مشنری ہوں، کیا عجب کہ خدا نے مجھے ان کافروں کی اصلاح کے لیے یہاں بھیجا ہو، اس لیے مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے چنانچہ میں نے صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت میں مبتلا رہ گئی کہ مسلمان طالب علموں کا رویہ، دیگر سیاہ فام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا، وہ شائستہ، مہذب اور باوقار تھے، وہ عام امریکی نوجوانوں کے برعکس نہ لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند کرتے، نہ آوارگی اور عیش پسندی کے رسیا تھے، میں تبلیغی جذبے کے تحت ان سے بات کرتی، ان سے عیسائیت کی خوبیاں بیان کرتی تو وہ بڑے وقار اور احترام سے ملتے اور بحث میں الجھنے کے بجائے مسکرا کر خاموش ہوجاتے۔

میں نے اپنی کوششوں کو یوں بے کار جاتے دیکھا تو سوچا کہ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کے نقائص اور تضادات سے آگاہ ہوکر مسلمان طالب علموں کو زچ کرسکوں، مگر دل کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ عیسائی پادری، مضمون نگار اور مؤرخ تو مسلمانوں کو وحشی، گنوار، جاہل اور نہ جانے کن کن برائیوں کا مرقع بتاتے ہیں، لیکن امریکی معاشرت میں پلنے بڑھنے والے ان سیاہ فام مسلمان نوجوانوں میں تو ایسی کوئی برائی نظر نہیں آتی، بلکہ یہ باقی سب طلبہ سے مختلف ومنفرد پاکیزہ رویے کے حامل ہیں، پھر کیوں نہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں اور حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل کروں۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر میں نے سب سے پہلے قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کتاب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی اپیل کرتی ہے۔ عیسائیت پر غور وفکر کے دوران اور بائبل کے مطالعے کے نتیجے میں ذہن میں کتنے ہی سوال پیدا ہوتے تھے، مگر کسی پادری یا دانشور کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا اور یہی تشنگی روح کے لیے مستقل روگ بن گئی تھی، مگر قرآن پڑھا تو ان سارے سوالوں کے ایسے جواب مل گئے، جو عقل اور شعور کے عین مطابق تھے۔ مزید اطمینان کے لیے اپنے کلاس فیلو مسلمان نوجوانوں سے گفتگوئیں کیں، تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ میں اب تک اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں میرا نقطہ نظر صریحاً بے انصافی اور جہالت پر مبنی تھا۔

مزید اطمینان کی خاطر میں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ امریکی مصنفین کے پروپیگنڈہ کے بالکل برعکس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے عظیم محسن اور سچے خیر خواہ ہیں، خصوصاً انھوں نے عورت کو جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا، اس کی پہلے یا بعد میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ماحول کی مجبوریوں کی بات دوسری ہے، ورنہ میں طبعاً بہت شرمیلی ہوں اور خاوند کے سوا کسی مرد سے بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ جب میں نے پڑھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بے حد حیادار تھے اور خصوصاً عورتوں کے لیے عفت و پاکیزگی اور حیا کی تاکید کرتے ہیں تو میں بہت متاثر ہوئی اور اسے عورت کی ضرورت اور نفسیات کے عین مطابق پایا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا مقام جس درجہ بلند فرمایا، اس کا اندازہ اس قول سے ہوا کہ "جنت ماں کے قدموں میں ہے" اور آپ کے اس فرمان پر تو میں جھوم اٹھی کہ "عورت نازک آبگینوں کی طرح ہے" اور "تم میں سے سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔"

قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے میں مطمئن ہوگئی اور تاریخ اسلام کے مطالعے اور اپنے مسلمان کلاس فیلو نوجوانوں کے کردار نے مسلمانوں کے بارے میں میری ساری غلط فہمیوں کو دور کر دیا اور میرے ضمیر کو میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے، تو میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا، اس کا ذکر میں نے متذکرہ طالب علموں سے کیا، تو وہ 21 مئی 1977ء کو میرے پاس چار ذمہ دار مسلمانوں کو لے آئے۔ ان میں سے ایک ڈینور (Denever) کی مسجد کے امام تھے۔ میں نے ان سے چند مزید سوالات کیے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔

میرے قبول اسلام پر پورے خاندان پر گویا بجلی گر پڑی، ہمارے میاں بیوی کے تعلقات واقعی مثالی تھے اور میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا، مگر میرے قبول اسلام کا سن کر اسے غیر معمولی صدمہ ہوا، میں اسے پہلے بھی قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی اور اب پھر سمجھانے کی بہت سعی کی، مگر اس کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی اور میرے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ عارضی طور پر دونوں بچوں کی پرورش میری ذمہ داری قرار پائی۔

میرے والد بھی مجھ سے گہری قلبی وابستگی رکھتے تھے، مگر اس خبر سے وہ بھی بے حد برافروختہ ہوئے اور غصے میں ڈبل بیرل شاٹ گن لے کر میرے گھر آئے تاکہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ مگر اللہ کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شکر ہے کہ میں بچ گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر کے چلے گئے، میری بڑی بہن ماہر نفسیات تھی، اس نے اعلان کر دیا کہ یہ کسی دماغی عارضے میں مبتلا ہوگئی ہے اور اس نے سنجیدگی سے مجھے نفسیاتی انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرانے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ میری تعلیم مکمل ہو چکی تھی، میں نے معاشی ضرورتوں کے پیش نظر ایک دفتر میں ملازمت حاصل کر لی، لیکن ایک روز میری گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا اور تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ فرم والوں کے نزدیک میرا اصل جرم یہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ میرا ایک بچہ پیدائشی طور پر معذور تھا، وہ دماغی طور پر بھی نارمل نہ تھا اور اس کی عام صحت بھی ٹھیک نہ تھی، جبکہ بچوں کی تحویل اور طلاق کے مقدمے کے باعث امریکی قانون کے تحت مقدمے کے فیصلے تک میری ساری جمع پونجی منجمد کر دی گئی تھی، ملازمت بھی ختم ہوئی تو میں بہت گھبرائی اور بے اختیار رب جلیل کے حضور سر بہ سجود ہوگئی اور گڑگڑا کر خوب دعائیں کیں، اللہ کریم نے میری دعائیں قبول فرمائیں اور دوسرے ہی روز میری ایک جاننے والی خاتون کی کوشش سے مجھے ایسٹرسیل پروگرام میں ملازمت مل گئی اور میرے معذور بیٹے کا علاج بھی بلا معاوضہ ہونے لگا، ڈاکٹروں نے دماغ کے آپریشن کا فیصلہ کیا اور اللہ کے فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا، بچہ تندرست ہوگیا اور میری جان میں جان آئی۔ لیکن آہ! ابھی آزمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا۔ عدالت میں بچوں کی تحویل کا مقدمہ دو سال سے چل رہا تھا، آخر کار دنیا کے اس سب سے بڑے "جمہوری" ملک کی "آزاد" عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو اسلام سے دستبردار ہونا پڑے گا کہ اس قدامت پرست مذہب کی وجہ سے بچوں کا اخلاق خراب ہوگا اور تہذیبی اعتبار سے انھیں نقصان پہنچے گا۔

عدالت کا یہ فیصلہ میرے دل و دماغ پر بجلی بن کر گرا۔ ایک مرتبہ تو میں چکرا کر رہ گئی، زمین آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس کی رحمت نے مجھے تھام لیا اور میں نے دوٹوک انداز میں عدالت کو کہہ دیا کہ میں بچوں سے جدائی گوارا کر لوں گی، مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے دستبردار نہیں ہوسکتی، چنانچہ بچی اور بچہ دونوں باپ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

اس کے بعد ایک سال اسی طرح گزر گیا، میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنا تعلق گہرا کر لیا اور تبلیغ دین میں منہمک ہوگئی، نتیجہ یہ نکلا کہ ساری محرومیوں کے باوجود ایک خاص قسم کے سکون و اطمینان سے سرشار رہی۔ میرے خیر خواہوں نے اصرار کے ساتھ مشورہ دیا کہ مجھے کسی باعمل مسلمان سے عقد ثانی کر لینا چاہیے کہ عورت کے لیے تنہا زندگی گزارنا مناسب و مستحسن نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مراکشی مسلمان کی طرف سے نکاح کی پیشکش ہوئی تو میں نے قبول کر لی۔ یہ صاحب ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ قرآن خوب خوش الحانی سے پڑھتے اور سننے والوں کو مسحور کر دیتے۔ میں دین سے ان کے گہرے تعلق سے بڑی متاثر ہوئی اور ان سے نکاح کر لیا۔ عدالت نے میری رقوم واگزار کر دی تھیں، چنانچہ میں نے اپنے خاوند کو اچھی خاصی رقم دی کہ وہ اس سے کوئی کاروبار کریں، مگر وائے ناکامی کہ شادی کو صرف تین ماہ گزرے کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی۔ اس نے کہا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میں تمھارے لیے سراپا احترام ہوں، مگر اکتا گیا ہوں، اس لیے معذرت کے ساتھ طلاق دے رہا ہوں۔ میں نے اسے جو بھاری رقم دی، چونکہ اس کی کوئی تحریر موجود نہ تھی، اس لیے وہ بھی اس نے ہضم کر لی اور اس کی مدد سے جلد ہی دوسری شادی رچا لی۔

طلاق کے چند ماہ بعد اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا، اس کا نام میں نے محمد رکھا، اب یہ بیٹا ماشاءاللہ دس برس کا ہے۔ وجیہ وشکیل اور بڑا ذہین ہے۔ اسے ہی دیکھ دیکھ کر میں جیتی ہوں۔ اب میں نے اپنے آپ کو اللہ کے فضل سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے لیے وقف کر دیا ہے اور جی چاہتا ہے کہ بقیہ زندگی اسی مبارک فریضے کی نذر ہو جائے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ میں نے قرآن کو خوب پڑھا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ جب تک ایک مبلغ قرآن، حدیث اور اسلام کے بارے میں بھرپور معلومات نہ رکھتا ہو تو وہ تبلیغ کے تقاضوں سے کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ میں اتوار کا دن آرام کرنے کے بجائے کسی سنڈے اسکول میں بچوں کو عیسائیت کے اسباق پڑھاتی تھی۔ آج اللہ کے کرم سے میں اتوار کا دن اسلامک سنٹروں میں گزارتی ہوں اور وہاں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کے علاوہ دیگر مضامین بھی پڑھاتی ہوں۔ لاس اینجلس میں مختلف مقامات پر مختلف نوعیت کی نمائشوں، کانفرنسوں اور مجالس مذاکرات کا اہتمام کر کے غیر مسلموں تک دین اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرتی ہوں، میں ان سے کہتی ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کو تبدیلی مذہب کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے زحمت دی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں اسلام سے کیوں وابستہ ہوں، زندگی کی کیا حقیقت ہے؟ اور انسان اور اللہ کا باہمی تعلق کیا ہے؟ میں بحمد للہ ٹی وی پر بھی اسلامی تعلیمات پیش کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی

یہ بھی اللہ ہی کی توفیق ہے کہ میں نے مختلف مقامات پر مسلم وومن اسٹڈی سرکل قائم کیے ہیں، جن میں غیر مسلم خواتین بھی آتی ہیں۔ میں انھیں بتاتی ہوں کہ اسی امریکہ میں آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے عورتوں کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی تھی اور ایک عورت کو گھوڑے سے بھی کم قیمت پر یعنی ڈیڑھ سو روپے میں خریدا جاسکتا تھا، بعد کے ادوار میں بھی عورت کو باپ یا شوہر کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا، حتیٰ کہ اگر وہ شادی کے موقع پر ایک لاکھ ڈالر شوہر کے گھر میں لے جاتی اور چند ہی ماہ بعد طلاق حاصل کرنا پڑتی تو وہ ساری رقم شوہر کی ملکیت قرار پاتی تھی، تعلیم کے مواقع بھی اسے میسر نہ تھے۔ اور اس ایٹمی و سائنسی دور میں بھی صورت حال یہ ہے کہ امریکہ میں عملاً عورت دوسرے درجے کی شہری ہے، وہ مردوں کے برابر کام کرتی ہے، مگر معاوضہ ان سے کم پاتی ہے، وہ ہمیشہ عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے۔ پندرہ برس کی کم عمر کے بعد والدین بھی اس کی کفالت کا ذمہ نہیں لیتے اور اسے خود ملازمت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ شادی کے بعد طلاق کا خوف اسے ہمہ وقت گھیرے رکھتا ہے اور طلاق کے بعد جو یورپین زندگی کا لازمہ بن گئی ہے، نہ والدین اور نہ بھائی اس کا غم بانٹتے ہیں، بچوں کی ذمہ داری بھی اس کے سر پڑتی ہے اور سابق شوہر بچوں کا بمشکل تیس فی صد خرچ برداشت کرتے ہیں، یعنی پچاس ڈالر ماہوار کے حساب سے ادا کرتے ہیں، جس سے ایک بچے کا جوتا خریدنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

میں خواتین کو بتاتی ہوں کہ اس کے برعکس اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے خواتین کو جو حقوق عطا کیے تھے، اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ بحیثیت بیٹی، بہن، بیوی اور ماں اسے خاص احترام اور حقوق حاصل ہیں، باپ، خاوند، بھائیوں اور بیٹوں کی جائیداد سے اسے حصہ ملتا ہے اور طلاق کی صورت میں اولاد کی کفالت کا ذمہ دار شوہر ہوتا ہے۔ شادی کے موقع پر خاوند کی حیثیت کے مطابق اسے معقول رقم (یعنی مہر) کا مستحق قرار دیا گیا ہے، خاوند کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھے اور اس کی غلطیوں کو معاف کرے اور اس باپ کے لیے جنت میں اعلیٰ ترین انعامات کی خوش خبری دی گئی ہے، جو اپنی بچیوں کی محبت اور شفقت سے پرورش کرتا اور ان کی دینی تربیت کر کے انھیں احترام سے رخصت کرتا ہے اور اس اعزاز کی تو کہیں ادنیٰ سی بھی مثال نہیں ملتی کہ ماں کے قدموں میں جنت قرار دی گئی ہے اور باپ کے مقابلے میں اسے تین گنا واجب الاحترام قرار دیا گیا ہے۔

میں جب یہ تقابلی موازنہ کرتی ہوں تو امریکی عورتوں کے منہ حیرت سے کھلے رہ جاتے ہیں، وہ تحقیق کرتی ہیں، مطالعہ کرتی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہیں اور جب انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ میں صحیح بات کرتی ہوں اور واقعتاً اسلام نے عورت کو غیر معمولی احترام عطا کیا ہے، تو وہ اسلام قبول کر لیتی ہیں، چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ اب تک میرے ذریعے سے تقریباً چھ سو امریکی خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی ہیں۔

خواتین میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ میرا ہدف شعبہ تعلیم ہے، جس کے نصابات میں اسلام کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات والزامات ہیں۔ ٹی وی پروگراموں میں بھی جا و بے جا اسلام کے خلاف زہر افشانی کی جاتی ہے، چنانچہ میں نے عزم کر لیا ہے کہ اس تکلیف دہ صورت حال کی اصلاح کرنی چاہیے، اس کے لیے میں اکیڈمی آف ریلی جیس سائنس کے کارپردازوں سے ملی، یہی لوگ نصابات اور ٹی وی پروگراموں میں اسلام کی غلط تصویر کشی کے ذمہ دار ہیں، میں نے اصرار کے ساتھ ان سے بحث مباحثہ کیا اور انھیں قائل کیا کہ اگر نشان دہی کر دی جائے تو وہ متعلقہ حصوں کی اصلاح کر دیں گے، چنانچہ میں نے مسلمان والدین کو توجہ دلائی، امریکہ میں مختلف قسم کی انجمنوں سے رابطہ قائم کیا اور انھیں آمادہ کیا کہ وہ بچوں کی نصابی کتب میں غلط اور قابل اعتراض باتوں کی نشان دہی کریں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں اسلامک فاؤنڈیشن (IFOD) کا قیام عمل میں آیا، جس کے تحت نصابی کتابوں میں اسلام کے خلاف منفی اور قابل اعتراض مواد کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

آخر میں یہ خوش کن خبر بھی سناتی جاؤں کہ میرا وہ خاندان جس نے میرا مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا تھا، اللہ کے فضل سے اس کے بیش تر افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میرے والد جو مجھے قتل کرنے کے درپے تھے، مسلمان ہو چکے ہیں اور والدہ، سوتیلے والد، دادی، دادا اور خاندان کے کئی دیگر افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ میرا وہ بیٹا جو اپنے عیسائی باپ کے پاس رہتا تھا اور جس کی مذہبی تربیت عیسائیت کے عین مطابق بڑے اہتمام سے ہو رہی تھی، ایک روز میرے پاس آیا اور کہنے لگا: "ممی! اگر میں اپنا نام تبدیل کر کے فاروق رکھ لوں تو آپ کے نزدیک کیسا رہے گا؟" میں پہلے حیرت اور پھر مسرت کے بے پناہ احساس سے سرشار ہو گئی، میں نے اسے گلے سے لگا لیا، پیار کیا اور اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا۔ فاروق اب بھی باپ کی تحویل میں ہے، مگر راسخ العقیدہ مسلمان ہے۔ میری وہ بہن جو مجھے پاگل سمجھتی تھی، ایک تقریب میں اس نے میری تقریر سنی، تو بے اختیار تعریف کرنے لگی۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ بھی ایک روز دائرہ اسلام میں آ جائے گی۔ یہ بھی اللہ کی عنایت ہے کہ امریکہ میں رہتے ہوئے باپردہ زندگی گزار رہی ہوں۔ اس ملک میں چہرے پر نقاب ڈال کر ادھر ادھر جانا تو ممکن ہی نہیں کہ اس سے بے شمار مشکلات آڑے آتی ہیں، تاہم چہرے اور ہاتھوں کے سوا میں سارے جسم کو ڈھیلے لباس میں مستور رکھتی ہوں، تاہم اس میں بھی قدم قدم پر تعصب اور تنگ نظری کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ ایک مرتبہ میں اسی لباس میں ایک بینک میں گئی تو جب تک وہاں موجود رہی، بینک کا گن مین میرے سر پر رائفل تانے کھڑا رہا۔ ایک پی ایچ ڈی خاتون ملازمت کے لیے منتخب ہوئی مگر اسے پہلے روز ہی اس لیے فارغ کر دیا گیا کہ وہ حجاب میں تھی، اس نوعیت کی مثالیں بے شمار ہیں، ایک بار میں نے ریڈیو پر بچوں کا پروگرام کیا، اسے ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا، مگر تقریب سے ایک روز قبل جب کمیٹی کے ارکان سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے مجھے اسلامی لباس میں دیکھا تو کمال ڈھٹائی سے انھوں نے ایوارڈ منسوخ کر دیا۔ بہرحال یہ ہے امریکہ کا ماحول اور یہ ہیں وہ رکاوٹیں، جن میں رہ کر مجھے تبلیغ دین کا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا کرے اور میں آخر وقت تک نہ صرف خود ایمان و یقین سے سرشار رہوں، بلکہ یہ روشنی دوسروں تک بھی پہنچاتی رہوں۔

[ہمیں خدا کیسے ملا؟ از ڈاکٹر عبدالغنی فاروق ص ۵۵-۶۶]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتی سوالات اور میرے جوابات

جناب ریاض موسیٰ ملیباریؒ

قسط : ۲

برصغیر کے معروف داعی دین جناب ریاض موسیٰ ملیباری، غیر مسلموں میں دعوت کے حوالہ سے ایک بہت معتبر نام ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں بلکہ اپنی جمع پونجی بھی اس کارِ خیر کے لئے وقف کر رکھی تھی، اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں انھوں نے اس سلسلہ کے بہت سے سوالوں کے جواب ''دعوتی سوالات'' کے نام سے مرتب کئے تھے، جنہیں ارمغان کے قارئین کے لئے قسط وار پیش کیا جارہا ہے، یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ یہ تمام جوابات دعوتی تناظر میں دیئے گئے ہیں، احکام وفتاوی کے لحاظ سے، اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ امید ہے کہ کاروان دعوت کے مسافر اس کی روشنی میں اپنا سفر اور زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں گے۔ .....ادارہ

سوال: **آپ کہتے ہیں کہ غیر مسلموں میں دعوتی کام کرنا ہے، جبکہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی خراب ہے، تو پہلے مسلمانوں کی اصلاح کرنے کے بعد ہی تو غیر مسلموں میں کام کرنا ہے؟**

جواب: مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں میں کام کرنا ہے، ان دونوں میں کام کرنا ہم پر فرض ہے۔

ایک فریضہ مکمل کرنے کے بعد ہی دوسرا فریضہ شروع کیا جائے، ایسی کوئی دلیل ہمیں نہیں ملتی۔

امت میں ہزاروں مساجد و مدارس اور لاکھوں کی تعداد میں علماء کرام موجود ہیں، ان کی ساری محنت امتِ مسلمہ کی اصلاح کے لئے ہزاروں سال سے جاری ہے، لیکن غیر مسلموں میں دعوتی کام کسی نہ کسی وجہ سے بند ہے، کام نہیں ہورہا ہے، میرا کہنا یہ ہے کہ غیر مسلموں میں بھی کام شروع کرنا اور جاری رکھنا چاہئے۔

تمام مسلمانوں کی مکمل اصلاح کا ماحول کبھی نہیں بن سکتا ہے اور یہ بات کہنا کہ پہلے پورے طور پر ہماری اصلاح ہونی چاہیے۔ یہ کہنا (اصل میں) ہمیشہ کے لئے غیر مسلموں میں دعوتی کام کو بند رکھنے کی ایک تجویز ہے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں ''غزوۂ احد'' کے لئے لوگ نکلے درمیان ہی میں تین (۳۰۰) سو افراد نکل کر واپس ہو گئے، اس نظریئے کے مطابق ان تین سو (۳۰۰) لوگوں کو ٹھیک کر لینے کے بعد ہی لڑائی لڑنی چاہئے تھی لیکن، آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام:

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے مسلمان اِس زمانے کے مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ بگڑ چکے تھے، پھر بھی اللہ رب العالمین نے پہلے بنو اسرائیل کی مکمل اصلاح کر لینے کے بعد فرعون کو دعوت دینے کا حکم نہیں دیا، بلکہ فرعون اور اس دور کے غیر مسلم یعنی قبطیوں کو دعوت دینے کا حکم دیا، جب کہ آپ کے سوال کے مطابق پہلے بنی اسرائیل کی اصلاح ہو جانے کے بعد ہی فرعون (قبطوں) کو دعوت دینی چاہئے تھی، لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت موسیٰؑ نے عملاً ایسا نہیں کیا۔

آج بھارت کے شر پسند لوگ بھی اللہ، رسول، اسلام اور مسلمان کو بدنام کرنے کی مکمل جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں، ایسی حالت میں ان لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے اسلام کی صحیح شکل پیش کرنا از حد ضروری ہے۔ ان سے یہ نہیں کہا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جاسکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی مکمل اصلاح کر لینے کے بعد ہی آپ کے شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کا جواب دیں گے۔

اس لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امت کے سارے مدارس اور ادارے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مسلسل کوششیں کرتے رہیں، ساتھ ہی ساتھ ایک ٹیم غیر مسلمین تک اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے تیار ہوکر سامنے آجائے۔

ساری دنیا کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ پورا یورپ، امریکہ اور اسرائیل مل کر اسلام مسلمان، اللہ، رسول اور قرآن، ان ساری چیزوں کو بدنام کرنے کی منصوبہ بند شکل میں کوشش کررہے ہیں ایسی حالت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان کے سامنے صحیح اسلام کو پیش کریں۔

اللہ کے فضل وکرم سے اس ناحیہ سے بھی جدوجہد کرنے کی وجہ سے یورپ، امریکہ کی کئی جانی مانی بڑی بڑی شخصیتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: **اسلام قبول کرنے والوں کے لئے آپ کے پاس کیا کیا انتظامات ہیں؟**

جواب: ایک ہزار چار سو سالوں میں اسلام قبول کرنے والوں کے لئے امت کی طرف سے مختلف طرح کے انتظامات ہوئے ہیں، آئندہ بھی اسلام قبول کرنے والوں کے لئے امت کی طرف سے انتظامات ہوجائیں گے۔ (انشاءاللہ)

سوال: **اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم کا مسئلہ کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟**

جواب: اس کو ہم علماء کرام کی مدد سے حل کرسکتے ہیں۔

سوال: ایک غیر مسلم کو ابتدا میں کس طرح دعوت دیں؟

جواب: اس کے لئے کئی طریقۂ کار ہو سکتے ہیں، ایک طریقہ میں آپ کے سامنے پیش کردینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ فرض کرلیں کبھی ہم راستے میں نکلیں اور ایک آدمی کو اطمینان ان کے ساتھ چلتا ہوا دیکھیں جسے کسی قسم کی کوئی جلد بازی نہ ہو، تو آپ اس کے سامنے پہنچ کر سب سے پہلے اس سے سوال کریں۔

داعی، س: بھائی صاحب! ٹائم کیا ہے؟

مدعو، ج: ۹ بجے ہیں۔

داعی، س: آپ ابھی کہاں جارہے ہیں؟

مدعو، ج: مارکیٹ کی طرف۔

داعی، س: اچھا! آپ رہنے والے کہاں کے ہیں بھائی؟

مدعو، ج: پتھر گھٹی۔ (حیدرآباد)

داعی، س: کیا آپ کی بستی میں مسلم آبادی ہے؟

مدعو، ج: ہاں میری بستی میں کافی مسلمان ہیں۔

داعی، س: اچھا یہ بتلائیں کہ کیا کوئی مسلم بھی آپ کا دوست ہے؟

مدعو، ج: جی ہاں! کئی مسلمان ہمارے دوست رہے ہیں، اسکول کی زندگی میں سلیم نام کا ایک لڑکا میرے ساتھ رہتا تھا اور وہ ابھی بھی ہمارا دوست ہے۔

داعی، س: اچھا آپ کے دوست سلیم نے کبھی آپ کو اسلام مذہب کے بارے میں سمجھایا ہے یا نہیں؟

مدعو، ج: نہیں کبھی نہیں۔ مجھے اس بات پر کافی افسوس ہے جبکہ میرا ایک دوست عیسائی بھی ہے، وہ ہمیشہ مجھے عیسائیت کے بارے میں سمجھاتا رہتا ہے لیکن سلیم نے کبھی بھی مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔

داعی، س: کیا میں چلتے چلتے آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ بتاؤں، کیا آپ سننے کے لئے تیار ہیں؟

مدعو، ج: کیوں نہیں ضرور سنایئے۔

داعی، س: اس زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟

مدعو، ج: انہوں نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرکے بتایا اوپر والا۔

داعی، س: مجھے اور آپ کو کس نے پیدا کیا؟

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مدعو، ج: وہی اوپر والا۔

داعی، س: اوپر والے کو ہم اللہ کہتے ہیں، اللہ چاہتا ہے کہ ہم صرف اسی (اللہ) کی اُپاسنا (عبادت) کریں کیونکہ اسی نے ہی زمیں آسمان اور ساری انسانیت کو پیدا کیا ہے اور زمین پر جو بھی جان دار مخلوقات ہیں وہی ان سب کا پالن ہار یعنی پالنے پوسنے والا ہے، وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہ کہتا ہے کہ جب سب کچھ میں ہی کرنے والا ہوں، تو میری ہی اُپاسنا کرو اور نیچے والوں کی اُپاسنا اسے بالکل پسند نہیں ہے۔

مدعو، ج: یہ بات بالکل سچ ہے جو پیدا کرنے والا مالک' پالنہار ہے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

داعی، س: قرآن میں اللہ رب العالمین بتاتا ہے:

"قُل ھو اللّٰہُ احد، اللّٰہ الصمد، لم یلد و لم یولد، ولم یکن لہ کفواً احد .

ترجمہ: وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ ہی اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی وہ جنا گیا ہے یعنی نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اپنا باپ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اس طرح آپ اپنی بات کا آغاز کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

سوال: ایک داعی اپنا تزکیہ نفس کیسے کر سکتا ہے؟

جواب: سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کا کیسے تزکیہ کیا ہے؟ تو اس کے لئے اللہ رب العالمین نے 'دعوت' کے ابتدائی دور ہی میں آپ ﷺ کو تین چیزوں کے اہتمام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ وہ درجِ ذیل ہیں۔

۱) تہجد کی نماز

۲) قرآن مجید کا مطالعہ

۳) ذکر واذکار

ایک داعی اپنے تزکیہ کے لئے ان تین چیزوں کا اہتمام کر سکتا ہے، ہم تہجد کی نماز کو ایک مصیبت یا مشکل تصور نہ کریں یہ انتہائی آسان ہے، فجر کی نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے بیدار ہونا، اور وضو کر کے دو رکعت تہجد اور وتر پڑھنا ہے۔

فجر کو اٹھنے کے لئے کیا کریں؟ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رات ۱۰ بجے سونے کی عادت ڈالیں۔

قرآن کی تلاوت:

مکی سورتوں میں سے روزانہ، چار پانچ آیتیں پڑھیں اور اس کا ترجمہ سمجھیں پھر اس پر غور وفکر کریں، اس طرح پانچ دس سال قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کو آپ ﷺ کے زمانے میں مکہ جا کر بس جانے کی طرح محسوس ہوگا۔ مثلاً: اللہ رب العالمین کیا فرماتا ہے اور اس کا مشرکین کیا جواب دیتے ہیں اور آپ ﷺ کیا کرتے ہیں یہ واضح طور پر سمجھ میں آجائے گا۔

ذکر واذکار:

ذکر سے متعلق علامہ ابن القیم الجوزیؒ نے کئی فوائد بیان کئے ہیں ان میں تین فائدوں کا تذکرہ پیش کرتا ہوں۔

۱) 'ذکر' کرنے والوں سے شیطان دور ہو جاتا ہے، زمین و آسمان میں اگر ہمارا کوئی دشمن ہے تو وہ شیطان ملعون ہے، اگر ہم اس سے دور ہو جائیں تو ہم یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔

۲) 'ذکر' کرنے والوں کے دلوں سے نفاق پوری طرح ختم، ناپید ہو جاتا ہے۔ اور نفاق ایک مومن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

۳) 'ذکر' کرنے سے دل کو راحت وسکون ملتا ہے دنیا کے سارے انسانوں کو آج سکون کی تلاش ہے سکون حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے، اور وہ ہے "اللہ کا ذکر"۔

'ذکر' کے لئے کسی خاص وقت کی ضرورت نہیں ہے، آپ گھر سے نکلتے وقت، بازار، بیٹھے، لیٹے، چلتے، گاڑی پر سوار ہو کر ہمیشہ کبھی بھی 'ذکر' کر سکتے ہیں۔ زندگی کا کوئی لمحہ ذکر واذکار سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ 'ذکر' و اذکار کی پابندی کرے، قرآن وحدیث میں ذکر کے لئے 'ذکراً

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کثیراً'' آیا ہوا ہے یعنی اسلام میں ساری عبادات محدود ہیں مگر 'ذکر' لامحدود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: **ایک نو مسلم کی شادی کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے؟**

جواب: آج کل مسلمانوں میں شادی ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے، جس طرح مسلمانوں کا یہ مسئلہ حل ہوتا ہے اسی طرح غیر مسلموں کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ حیدرآباد میں ۴۵/ ہزار مسلم عورتوں کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں، اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے شریعت نے قانون دیا ہے کہ ۴۵/ ہزار مرد جن کو اللہ نے وسعت دی ہے وہ دو دو شادیاں کرلیں اس سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اسی طرح نومسلموں کو نومسلم کہنا ہی سرے سے غلط ہے، یہ کوئی الگ قوم نہیں بلکہ کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان برادری میں داخل ہوگئی ہے۔ ہمیں نومسلموں کو اپنا مسلم بھائی ہی سمجھنا چاہیے اور انہیں کبھی بھی اجنبی ہونے کا احساس نہیں ہونے دینا چاہیے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں (المسلم الجدید) ''نومسلم'' کی اصلاح تھی ہی نہیں، اسلام قبول کرنے والوں میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پورے کے پورے خاندان کے ساتھ اسلام قبول کرلیتے ہیں ایسے لوگوں کا تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن کچھ مرد لوگ انفرادی طور پر اسلام قبول کرتے ہیں ان کی شادی کروانا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، اس طرح کچھ لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں ان کے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ چاہیے کہ امت کے ذی استعداد افراد ایسی لڑکیوں کی کفالت کریں۔

یہ سوال سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا ساڑھے چودہ سو سالوں میں کوئی مسلم ہوا ہی نہیں؟ پورے بھارت میں ہر سال تقریباً ہزاروں لوگ اسلام قبول کررہے ہیں اور ان کے سارے کے سارے مسائل اللہ رب العالمین حل کرتا جارہا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ امت مسلمہ کی ایک خصوصیت ہے کہ وہ مہاجرین کو اپنے میں ضم کرلیتی ہے چاہے ان کی تعداد کتنی ہی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: **اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے والوں ہی کو دعوت دینے سے ہماری دعوت کامیاب ہوگی، حالانکہ آج کے حالات بالکل برعکس ہیں تو موجودہ صورت میں دعوت کا کام کیسے ہو سکتا ہے؟**

جواب: آپ ﷺ کی مکی زندگی میں اکثر مشرکینِ مکہ اسلام اور مسلمانوں سے حسنِ ظن نہیں رکھتے تھے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ: ''دعوت کے لئے سماج کے لوگوں کا حسنِ ظن رکھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔'' آپ ﷺ کی مکی حالت آج کی موجودہ حالت سے سوگنا سنگین اور خطرناک تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کام کو کامیاب کیا۔

حالات سنگین ہیں یا سازگار یہ دیکھنے کی ہماری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہماری ذمہ داری یہی ہے کہ ہم دعوت کا کام کریں۔ اس میں سستی کاہلی سے کام نہ لیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: قرآن کہتا ہے: ''**انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء**'' (القصص) پھر دعوت کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: قرآن کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دعوت دینا ہمارا آپ کا کام ہے لیکن ہدایت دینا نہ دینا ہمارا نہیں بلکہ یہ اللہ کا نجی معاملہ ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں اللہ اپنا کام کرے گا۔ دعوت اسی لئے ہے کہ ہم مشرکین تک اللہ کا خالص پیغام پہنچائیں اس سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا وہ اسلام قبول کرکے جنتی بن جائیں گے اور جنہیں ہدایت میسر نہ ہوگی تو وہ انکار کرکے کافر ہوکر جہنم رسید ہوجائیں گے۔

دعوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ کافروں اور مومنوں کے درمیان فرق واضح ہوجائے اور یہ دعوت دینے سے ہی ہوگا اگر ہم دعوت نہ دیں گے تو یہ فرق کیسے واضح ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتابیں اپنے آباء کی

قسط (۱۹)

کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم

از علامہ قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ

مطیع الرحمٰن عوف ندوی ❖ 9794714117

علوم وفنون کی اصطلاحات اور تعبیر پر مشتمل یہ وہ واحد کتاب ہے جسے عالم عرب میں بھی اولین انسائیکلوپیڈیا کا مقام حاصل ہوا، ایک ہندوستانی عالم علامہ محمد اعلیٰ تھانویؒ کے رشحات قلم کا یہ ایسا شاہکار ہے جسے علمی دنیا نے اپنے فن میں یکتا شمار کیا ہے، محمد اعلیٰ بن شیخ علی بن قاضی محمد حامد بن مولانا اتقی العلماء محمد صابر فاروقی سنی حنفی تھانوی کا شمار ایسے بے مثال علماء میں ہوتا ہے جن کو تعلیم وتعلم اور تحقیق وریسرچ کے نہ تو بہترین وسائل دستیاب ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کسی بڑے ادارہ یا مرکز میں تعلیم حاصل کی لیکن ان کے کارنامہ نے علمی دنیا میں ان کو ''الموسوعی الکبیر'' عظیم ''انسانیکلو پیڈیائی ہستی'' کے نام سے شہرہ عطا کیا۔

موسوعة

کشاف اصطلاحات

و الفنون والعلوم

للباحث العلامة محمد اعلى التهانوى

تقديم واشراف و مراجعة

د/رفيق العجم

مكتبة لبنان ـــــ الناشرون

اس کتاب کے متعدد ایڈیشن ہوئے۔

(۱) اس کا پہلا ایڈیشن جمعیۃ البنغال الآسویۃ کی جانب سے ۱۸۶۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ مولوی محمد وجیہ، مولوی عبدالحق اور مولوی غلام قادر نے اس کی تصحیح کی، اور نمساوی مستشرق لویس اسپرنگر ٹرولی (۱۳۱۰ھ ـ ۱۸۹۳ء) اور آئر مستشرق ولیم ناسولیس کے اہتمام میں طبع ہوئی، یہ ایڈیشن دو جلدوں میں ۱۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) دوسرا ایڈیشن آستانہ (قزاقستان) سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا، یہ ایڈیشن صرف حرف صاد تک ہی ہے اور ناقص ہے اور ایک جلد میں ۹۵۵ / صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) تیسرا ایڈیشن لطفی عبدالبدیع، عبدالمنعم محمد حسنین کی تحقیق اور امین الخولی کی مراجعت سے شائع ہوا، اس کا مطبع، مطبعۃ السعادۃ مصر ہے، ۱۳۸۲ھ ـ ۱۳۶۳ء کو وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی کے اشراف میں اس کو شائع کیا گیا، یہ ایڈیشن چار اجزا میں ہے یہ بھی ناقص ہے اور حرف صاد تک ہی محدود ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

(۴) بیروت کے شرکۃ خیاط کے مکتبہ صادر سے ایک ایڈیشن شائع ہوا۔

(۵) مکتبہ لبنان بیروت نے تمام نسخوں کو سامنے رکھ کر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں تقدیم، تخریج اور تحقیق ومراجعت کے ساتھ ایک مکمل ایڈیشن شائع کیا جس میں بہت سے اضافے ہوئے، تصحیح کی گئی، مصادر ومراجع کے اضافہ کے علاوہ کئی انڈکس تیار کئے گئے، یہ ایڈیشن دو جلدوں میں ہے اور ۲۰۴۵ صفحات پر مشتمل ہے، پہلی جلد الف سے شین تک ہے، کیونکہ اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے، کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر رفیق العجم کا تفصیلی اور وقیع مقدمہ ہے، جس میں علوم وفنون اور ان کی اصطلاحات پر تفصیلی بحث ہے، موجودہ علوم وفنون اور جدید سائنس کا بھی احاطہ کیا گیا ہے، ڈاکٹر علی دحرج نے تحقیق کی ہے، اور ڈاکٹر عبداللہ الخالدی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، اور ڈاکٹر جورج زینائی نے انگیریزی ترجمہ وانڈکس سازی کا کام کیا ہے، کتاب کے آغاز میں مؤلف کتاب کا مقدمہ ہے، اس میں انہوں نے فنی بحث کی ہے، اور مختلف عربی واسلامی فنون پر روشنی ڈالی ہے، مثلاً نحو وصرف، علم المعانی، علم البیان، علم البدیع، علم العروض، علم القافیہ۔ اس کے بعد شرعی علوم مثلاً علم التفسیر، علم القراءۃ، علم الاسناد، علم الحدیث، علم اصول الفقہ، علم الفقہ، وغیرہ پر گفتگو ہے، اور پھر علوم حقیقیہ پر تفصیل ہے، نیز علوم وفنون کی تعریف وتوضیح ہے، یہ مقدمہ ۶۱ صفحات پر مشتمل ہے، محقق نے تمام اصطلاحات کے سامنے انگریزی اور فرنچ میں اس تعبیر کا مرادف تحریر کیا ہے۔

اس سے پہلے ارمغان کے صفحات پر جامع العلوم الملقب بہ دستور العلماء قاضی عبد النبیؒ احمد نگری کی تصنیف کا تعارف آچکا ہے، یہ خود اس فن کی صف اول کی کتاب ہے لیکن علماء نے کشاف کو سرفہرست شمار کیا ہے، اس کے علاوہ اس موضوع پر خوارزمیؒ کی مفاتیح العلوم، ابوالبقاء الکفوی کی کلیات، اور جرجانی وغیرہ کی بھی اس موضوع پر کتاب ہے، امام رازیؒ نے حدائق الانوار فی الاسرار نامی کتاب ترکی بادشاہ کے نام لکھی ہے، اس کتاب میں ساٹھ علوم کے مسائل جمع کردئے گئے ہیں، خود ہندوستان سے فارسی زبان میں ایک کتاب نفائس الفنون فی عرائس الفنون ایسی کتاب ہے جسے حاویات اور محیطات کے سلسلہ میں جگہ دی جاسکتی ہے، لیکن پھر بھی کشاف اصلاحات الفنون کے مرتبہ پر یہ کتاب بھی نہیں پہونچی، ہندوستان کے ایک کشمیری عالم شیخ الاسلام مفتی قوام الدین محمدؒ جن کی وفات ۱۲۱۹ھ میں ہوئی ہے، صاحب حدائق حنفیہ نے ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ کتاب صحائف سلطانی ساٹھ علوم میں تصنیف کی (نظام تعلیم وتربیت ۳۵۴) نیز اسی طرح ایک ہندوستانی عالم واجد علی خاں کی کتاب مطلع العلوم ومجمع الفنون بھی قابل ذکر ہے۔

لیکن اس کتاب کی عظمت وافادیت کا اندازہ علماء و محققین کے ان اقوال سے ہوتا ہے جنہوں نے اس فن کی تمام کتابوں پر اس کتاب کو فوقیت دی ہے، چنانچہ ان کے تذکرہ نگاروں نے انہیں مختلف القاب وآداب سے نوازا۔ مثلاً خیرالدین زرکلی نے انہیں ''باحث ہندی لغوی'' لکھا، معجم المؤلفین کے مصنف عمر رضا کحالہ نے انہیں علوم وفنون کا امام کہا، ''کان اماما بارعاً فی العلوم ومصطلحاتھا'' دائرۃ المعارف کے مصنف البستانی نے بھی انہیں اسلام کا محسن شمار کیا ہے اور کتاب کا وزن دارالفاظ میں ذکر کیا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی ''ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت'' کے صفحہ ۳۵۳ پر رقم طراز ہیں۔

''بہرحال مصنف کتاب کے حالات نہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

معلوم ہوں تو کام تو موجود ہے، میں نہیں جانتا کہ ہندوستان سے پہلے اس قسم کا جامع اور حاوی کام کسی اور اسلامی ملک میں انجام دیا گیا، زیادہ سے زیادہ دو کتابیں یعنی میر سید شریف کا مختصر رسالہ ''تعریفات'' اور ابوالبقا کی کلیات کے سوا مجھے کسی دوسری کتاب کا اس سلسلہ میں حال معلوم نہیں، لیکن کشاف کے مقابلہ میں جاننے والے جانتے ہیں کہ ان دو کتابوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، ڈاکٹر سپرنگر کو اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور کلکتہ سے مدت ہوئی ٹائپ کے حروف میں دو ضخیم جلدوں کی شکل میں یہ کتاب شائع کی گئی، لیکن اب تقریباً نادرالوجود ہے، صرف یہی اس کتاب کی خصوصیت نہیں ہے، ہر قسم کے علوم عقلیہ ونقلیہ مسلمانوں میں ان کے زمانہ تک مروج تھے، ان کی اصطلاحات کی تعریفیں کتابوں سے اخذ کر کے اس کتاب میں درج کردی گئی ہیں بلکہ خود اپنی ذاتی تحقیق سے بھی مصنف نے بکثرت کام لیا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتاب دنیا کی انسائیکلوپیڈیاؤں میں سب سے پہلی انسائیکلوپیڈیا ہے، بشرطیکہ چینی اور جاپانی انسائیکلوپیڈیاؤں کو مستثنیٰ کردیا جائے کیونکہ وہ خصوصاً چینی انسائیکلوپیڈیا تو دیوار چین کی طرح دنیا کے عجائبات میں ہے، لیکن ان کے سوا یورپ میں انسائیکلوپیڈیائیں لکھی گئی ہیں، جہاں تک میرا خیال ہے، التھانوی کی اس عجیب کتاب کے بعد ہی مرتب ہوئی ہیں۔ انگریزی، فرنچ وغیرہ مغربی زبانوں میں پیڈیا کا رواج اٹھارویں صدی کے وسط میں ہوا۔''

مصنف نے اس کتاب کی تکمیل کا سن ۱۱۵۸ھ تحریر کیا ہے، اس طرح یہ ہندوستان میں عربی واسلامی اور جدید علوم وفنون پر سب سے قدیم کتاب بھی ہے، کتاب کے آخر میں بہت مفید انڈکس اور اشاریئے ہیں مثلاً فہرس اسماء الاعلام الف بائی ترتیب سے اور کتاب کے صفحات کی نشاندہی کے ساتھ۔

اسماء کتب کی الف بائی فہرست، مع صفحات کتاب

یورپی اصطلاحات کی فہرست انگریزی الف بائی ترتیب سے اور اس کے مقابل فرنچ اور عربی اصطلاحات/صفحات کے اندراج کے ساتھ

کشاف کی اصطلاحات کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے اور صفحات نمبر کے ساتھ

اس کتاب میں مختلف فنون کی تین ہزار پانچ سو چالیس اصطلاحات آگئی ہیں، ان اصطلاحات کی ترتیب اس طرح ہے :

(۱) علوم عربیہ، جس میں دس علوم ہیں۔

(۲) علوم شرعیہ دینیہ اس کے تحت مختلف شرعی علوم اور ان کی اصطلاحات ذکر کی گئی ہیں۔

(۳) علوم عقلیہ مثلاً منطق اور اصول تسعہ، فلسفہ اور اس کے اقسام: الٰہی، ریاضی، طبعی اور چھ اجزاء، اور طبعی کے آٹھ اصول اور سات فروع۔

الغرض یہ تھانویؒ کے زمانہ تک پائے جانے والے علوم ومعارف اور فنون کی تفصیل و تشریح کا ایسا قیمتی ذخیرہ ہے جو دنیا کی کسی زبان میں دستیاب نہیں ہے، تھانوی نے یہ ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جسے عالم عرب ہی کیا یورپ وامریکہ کی علمی دنیا بھی فراموش نہیں کرسکتی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نئی نسل کا مستقبل

تابناک کس طرح ہوسکتا ہے؟

مولانا امانت علی قاسمی
استاذ ومفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ملک کا موجودہ منظر نامہ کسی باشعور شہری سے مخفی نہیں ہے، چند دنوں قبل نئی تعلیمی پالیسی کا خاکہ منظر عام پر آچکا ہے، اس کے اثرات کیا ہوں گے اور مسلم بچوں کے عقیدہ وایمان کے ساتھ ان کے مستقبل کو کیا خطرات لاحق ہوسکتے ہیں اس پر گفتگو ہورہی ہے، تعلیم ایک ایسا راستہ اور طریقہ عمل ہے جس کے ذریعہ قوموں کے افکار ونظریات کو تبدیل کیا جاسکتا ہے، ماضی میں بھی انگریزوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسی تعلیمی ہتھیار کا استعمال کیا تھا۔

نئی تعلیمی پالیسی میں ویدانتا کے جن اصولوں کو نافذ کرنے کی بات کہی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت بلا کسی قانون کے ہی ''یکساں سول کوڈ'' کے منصوبے کی تکمیل کرلے گی اور یکساں سول کوڈ صرف ایک سیاسی پینترہ رہ جائے گا۔ اس لیے کہ اس میں زبان، تہذیب اور لباس ہر طرح کی یکسانیت کی بات کہی گئی ہے، اور ہر بچے کو لازمی اسکولی تعلیم کے ذریعہ اس کے فکر و تہذیب اور عقیدہ وعمل پر شب خون مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان حالات میں مسلم بچوں کا مستقبل یقیناً خطرات کی زد میں ہے اور یہ ایک طویل منصوبہ ہے جسے روبعمل لانے کی پوری کوشش ہورہی ہے۔ عصری تعلیمی نظام کس حد تک مہلک ہے اور ایمان و عقائد کو کس حد تک متأثر کرتے ہیں اس سلسلے میں مولانا گیلانیؒ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا گیلانیؒ ایک طویل تعلیمی تجربہ رکھتے تھے، عصری اور دینی دونوں اداروں سے وابستہ تھے، اور علم وادب کے میدان میں بلند پایہ ہونے کے ساتھ قوت استدلال اور نتیجہ اخذ کرنے کے سلسلے میں ان کو کمال حاصل تھا، ہندوستان کے نظام تعلیم وتربیت پر ان کی دو جلدوں میں ضخیم کتاب ہے۔ مولانا گیلانیؒ عصری تعلیمی اداروں کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے برخاست ہوجانے کے بعد حکومت مسلطہ نے تعلیم کا جو نظام ملک میں (اسکولوں اور کالجوں غیرہ کے نام سے قائم کیا مشاہدہ بتارہا ہے کہ اس نظام کی تعلیم سے استفادہ کرنے والے مسلمانوں میں بتدریج اسلامی زندگی سے بُعد پیدا ہوتا چلا جارہا ہے، یہ واقعہ ہے کہ جن خاندانوں میں جدید تعلیم تیسری اور چوتھی پشت میں اس وقت تک پہنچ چکی ہے ان میں اسلام کا صرف نام رہ گیا ہے، عام ابتدائی باتیں بھی ان لوگوں کو اسلام کی معلوم نہیں، یہ سنی ہوئی نہیں دیکھی ہوئی بات ہے کہ اچھے لکھے پڑھے لوگ جن کا نام بھی مسلمان کا سا تھا لیکن وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی شخصیت تک سے ناواقف نظر آئے، ظاہر ہے کہ اپنے دین سے جو اس حد تک دور ہوچکا ہو وہ دین کی دوسری باتوں سے کس حد تک واقف رہ سکتا ہے، یہ واقعہ ہے کہ جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں اس قوم کے نام نہاد مسلمانوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی جارہی ہے اور حالات میں کوئی تغیر اگر خدانخواستہ واقع نہ ہوا تو یوں ہی یہ تعداد اور بڑھتی چلی جائے گی۔

(۲) حکومت کا میلان عموماً تعلیم کے لزوم کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے اس وقت تک تو تعلیم کے دائرے کو وسیع ہی کرنے پر حکومت قناعت کررہی ہے لیکن وہ دن دور نہیں ہے کہ ملک کے ہر باشندے کو مجبور کیا جائے گا کہ حکومت کے منظورہ نصاب کی تعلیم لزوماً اپنے بچے اور بچیوں کو دلائے جس کے معنی یہی ہوسکتے ہیں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کہ عام مسلمانوں کوتھوڑا سا تعلق اسلام سے ابھی جو باقی ہے، تعلیم کی وسعت اوراس کا لزوم اس تعلق کو بھی کمزور کرتا چلا جائے گا، تعلیم یافتہ طبقہ سے مایوس ہوکر علماء اسلام جن عام مسلمانوں کی دینی عقیدت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اس عقیدت کی عمر بھی زیادہ درازنظرنہیں آتی۔

(۳) مذہب کے خلاف ہر زمانہ میں مختلف تحریکیں مختلف بھیسوں میں رونما ہوتی رہی ہیں ان تحریکوں کا مقابلہ ہر زمانہ کے علماء نے ان تحریکوں کی گہرائیوں تک خود پہونچنے کے بعد کیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ مرض کا علاج مرض کے صحیح واقفیت کے بعد ہی ممکن ہے؛لیکن مرض کو مرض جیسی ناپاک چیز قرار دے کر اگر طبیب اس کے جاننے سے گریز کرلے گا تو مریضوں کا علاج ہو چکا۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت۲/۱۰۴)

مولانا گیلانی کی باتوں کو بار بارغور سے پڑھیے، آج سے قریب ستر سال پہلے آزاد ہندوستان کے نظام تعلیم کے ابتدائی ڈھانچہ سے ہی انہوں نے ان خطرات کا ادارک کرلیا تھا، کہ ہر شخص اور ہر شہری کے لیے سرکاری تعلیم کولازمی قرار دیا جائے گا اور بالآخر ۲۰۰۹ء میں یہ قانون بن ہی گیا کہ ہر بچے کو سرکاری تعلیم حاصل کرنا ضروری ہوگا، اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کس طرح مسلم بچوں کا ایمان اوران کا مستقل خطرات کی زد میں ہے۔

ایسے حالات میں کس طرح کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے کہ مسلم بچوں کا مستقبل تابناک ہو،عصری تعلیمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کی جاسکے، تعلیم کے نام پر بھگوا کرن کرنے اور ہر ہندوستانی کو ایک رنگ میں رنگ کر مسلمانوں کو اسلامی تہذیب و ثقافت سے دور کرنے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اور کس طرح اسلامی ثقافت کا فروغ اور تحفظ کیا جاسکے؟ اس سلسلے میں چند باتیں قابل توجہ ہیں، ان پر عمل کرکے ممکن ہے کہ کسی حدتک نئی نسل کے تابناک مستقبل کا خواب تعمیر کیا جاسکے۔

(۱) اسکول میں تعلیم پانے والے ہر بچے کے لیے دینیات کے نظام کو یقینی بنایا جائے، اور کوشش کی جائے کہ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والا خاص کر انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم پانے والا ہر بچہ مکتب کے نظام سے جڑے اور تین چار سال صرف ایک گھنٹے کے ذریعہ ان بچوں کو اسلام کے لازمی عقائد کی تعلیم دے دی جائے، عبادات کی اہمیت، ایمان کی عظمت، کفروشرک کی قباحت اور اس سے نفرت کوان کے دلوں میں جاگزیں کردیا جائے، اسلامی تاریخ کے روشن عنوانات سے ان کو واقف کرایا جائے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کے مختصر حالات، آپ ﷺ کی زندگی کے اہم پہلو، سلاطین ہند کے مختصر واقعات اور اسلامی تہذیب کی ضرورت واہمیت جیسے عنوانات سے متعارف کراکران کے دل کی سادہ تختی کوان چیزوں سے اس طرح پُر کردیا جائے کہ دنیا کی کسی غلیظ اور مکروہ تربیت کے لیے ان بچوں کے لوح دل پر کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

(۲) اسکول میں تعلیم پانے والے بڑے بچے، اسی طرح کالج میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے مختصر اسلامیات کا کورس مرتب کیا جائے اور یہ بچے جہاں ٹیوشن پڑھتے ہیں وہیں پر یا کہیں اور مناسب جگہ حاصل کرکے اتوار کو ایک کلاس اسلامیات کی کرائی جائے جن میں اسلام کی اہم تعلیمات اسلام کے بنیادی عقائد، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے جملہ مسائل، اسی طرح نکاح وطلاق، وقف، معاملات، اخلاقیات، میراث وغیرہ مسائل کی اجمالی اورضروری تعلیم دی جائے۔ایک سال پر یہ کورس محیط ہو جس میں سبق کی طرح بچوں کو پڑھایا جائے، جلسے کی طرح بیانات نہ کرائے جائیں، اور سال میں اس کا ایک امتحان لے کر مختصر اسلامیات کورس کا ان کو سرٹیفکٹ دیا جائے اس سے مسلم بچوں میں اسلام کی ضروری تعلیمات سے واقفیت ہوگی، اوراسلام کے تئیں ان میں بیداری پیدا ہوگی۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ مدارس کے فضلاء طلاق کے باب میں غلطی نہیں کرتے ہیں لیکن اسکول و

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کالج کے تعلیم یافتہ حضرات طلاق کے نظام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عموماً غلطی کرتے ہیں۔

(۳) جہاں پر مسلمان معاشی اعتبار سے مستحکم ہیں وہاں پر پوری کوشش ہونی چاہیے کہ سرکار کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انگلش میڈیم اسکول قائم کئے جائیں اور شہر میں موجود معیاری ادارہ سے زیادہ بہتر معیاری اسکول قائم کیا جائے تاکہ ہمارے اسکول، ماڈل اسکول بن سکیں۔ اس کے ذریعہ ہم اپنی نسل کے ذہنوں کو بدلنے والے منصوبوں کے خلاف آسانی سے کام کرسکتے ہیں، اپنی تہذیب وثقافت کا تحفظ کرسکتے ہیں اور بچوں کے دل و دماغ کو مغربی افکار کی یلغار سے بچا سکتے ہیں، آزادی کے نام پر اباحیت کے جس دلدل میں دھکیلنے کی سازش کی جارہی ہے اس کے ذریعہ ہم اس کا تدارک کرسکتے ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی جائے، اس لیے کہ منصوبہ بند طریقہ پر بچیوں کو ان کے ایمان سے بے دخل کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، کوشش کی جائے کہ لڑکیوں کے لیے مسلم ادارے ترجیحی طور پر قائم کئے جائیں اور جہاں ایسا ممکن نہیں ہے وہاں بچیوں کے والدین کو بیدار ہوکر اپنی بچیوں کی نگرانی کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

(۴) چار ستمبر کو مولانا امین عثمانیؒ کی ایک آن لائن تعزیتی نشست میں شریک ہوا تھا، مولانا کی زندگی پر بہت سے حضرات اہل علم نے روشنی ڈالی ان کی خوبیوں میں ایک اہم خوبی کا تذکرہ مختلف حضرات نے کیا کہ مولانا امین عثمانی نئی نسل کی تربیت کا کام کیا کرتے تھے، مولانا امین عثمانی چوں کہ مولانا قاضی مجاہدالاسلامؒ کے تربیت یافتہ تھے، اور مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی خاص بات یہ تھی کہ وہ رجال ساز اور افراد ساز تھے، افراد سازی پر ان کی خاص توجہ تھی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب اس میدان میں کمی آگئی ہے، تعلیم کے زمانے میں اساتذہ بچوں کی تربیت کرتے ہیں اور اسی تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ہمارے فضلاء زندگی کے ہر میدان میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں اور مادیت کے اس طوفانی اور سیلابی دور میں بھی فضلاء مدارس صلے اور انعام سے بے پرواہ اور معاشی زندگی سے بے نیاز رہ کر دین کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں، لیکن ایام تعلیم کے بعد جب ہمارے فضلاء کسی میدان میں کام پر لگ جاتے ہیں تو اس زمانے میں بھی ان کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، یہ زمانہ ان کے شعور وادارک اور احساس ذمہ داری کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانہ میں تربیت اور افراد سازی سے پتھر کو پارس اور سیپ کو موتی بنایا جاسکتا ہے، اوپر جن حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ وہ لوگ تھے جو فضلاء مدارس کو ان کی صلاحیت کے لحاظ سے کام پر لگایا کرتے تھے، ان کی تربیت اور حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے، اگر کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہوتو معاشی یا علمی طرح سے مدد کیا کرتے تھے میں یہ سمجھتا ہوں اس میدان میں وسیع پیمانہ پر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قوم کو ان کی ضرورت کے مطابق کام کے افراد مہیا کرائے جاسکیں۔ اس سلسلے میں بڑے تعلیمی اداروں کو بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے، ہمارے جو فضلاء میدان عمل میں مصروف ہیں ان کے احوال کا جائزہ لیا جائے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کو کام کے مناسب مواقع مہیا کئے جائیں، اس وقت جس رفتار کے ساتھ ہمارے مدارس سے افراد فارغ ہورہے ہیں، ان کو اس تناسب سے کام کی جگہیں نہیں مل رہی ہیں جس کی وجہ سے بہت سے ہمارے قیمتی جوہر ضائع ہوجاتے ہیں، جب کہ یہ وہ افراد ہیں جن پر قوم کے ہزاروں روپے اور بڑے اساتذہ کی دوررس تربیت کا حصہ لگا تھا، دس یا بارہ سال ہم نے ان پر محنت کی تھی، ان کا ضائع ہوجانا میں سمجھتا ہوں اپنی محنت کا ضائع ہونا ہے، ان پر نظر نہ رکھنا اپنے ہی کام سے صرف نظر کرنا ہے۔

فکر کے نہاں خانے میں یہ باتیں گردش کررہی تھیں اسے صفحات پر منتقل کرکے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس امید کے ساتھ اگر ان پر توجہ دی گئی تو وہ دن دور نہیں کہ نئی نسل کا مستقبل تابناک ہوگا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلامی مقدسات کے خلاف

ناپاک گستاخانہ مہم کب تھمے گی؟

مولانا سید احمد وحید ندوی (حیدرآباد) Mob: 09440371335

یورپ میں ایک بار پھر اسلاموفوبیا کا جن بوتل سے باہر آ گیا ہے، اہل مغرب نے ایک بار پھر اسلام کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے، ایک بار پھر یورپ نے مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلادئے ہیں، حالیہ عرصہ میں ناروے، فرانس، ڈنمارک اور سویڈن میں اسلامی مقدسات کے خلاف توہین آمیز جو گستاخانہ مہم چھیڑی گئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یورپ میں انسانیت، اخلاق، رواداری اور مذہبی اقدار وروایات کی پاسداری نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی، ایک بار پھر یورپ شدید اسلاموفوبیا کی لپیٹ میں آ گیا ہے، اسلاموفوبیا کے شکار مریضانہ ذہنیت رکھنے والے انتہا پسند وقفہ وقفہ سے اسلامی مقدسات کو نشانہ بناتے رہتے ہیں، کبھی قرآن مقدس کی بے حرمتی کی جاتی ہے، تو کبھی ذاتِ رسالت کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، بعض انتہا پسند حضرات صحابہ اور خلفاء راشدین پر کیچڑ اُچھال کر اپنے دل کو تسکین پہنچاتے ہیں، ناروے میں اسلاموفوبیا کے شکار عالمی شر پسندوں نے ایک اسلام مخالف ریلی کا انعقاد کیا، اس ریلی میں شامل ایک خاتون نے سرعام قرآن مجید کی بے حرمتی کی، لیکن مقامی انتظامیہ کے سر پر جوں تک نہ رینگی، وہ خاموش تماشائی بنی رہی، دوسری جانب فرانس کے بدنام زمانہ میگزین چارلی ہبڈو نے ایک بار پھر ناپاک جسارت کرتے ہوئے مدنی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کئے، یہ وہی ناپاک فرانسیسی میگزین ہے جس نے ۲۰۱۵ء میں بھی اسی قسم کی ناپاک حرکت کی تھی، جس کے نتیجہ میں اس کے دفتر پر حملہ بھی ہوا تھا، جس میں بد بخت کارٹونسٹ کے بشمول ۱۲/ افراد ہلاک ہوئے تھے، اور اس کے خلاف دنیا بھر میں مظاہرے بھی ہوئے تھے۔

اسلام کے حوالہ سے شدید بغض وعناد رکھنے والے مغربی حکمرانوں نے اظہارِ رائے کی آزادی قرار دے کر نہ صرف اس قسم کے واقعات سے آنکھیں موند لی تھیں، بلکہ ناپاک میگزین کی حوصلہ افزائی بھی کی تھی، پوپ فرانسیس کے علاوہ کسی نے اس ناپاک حرکت کی مذمت نہیں کی، البتہ پوپ فرانسیس نے اس وقت گستاخانہ خاکوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم نے ہمیشہ آزادئ اظہار رائے کی حمایت کی ہے، لیکن کسی بھی مذہب کا مذاق اڑانا اچھا فعل نہیں، پوپ کے اس بیان پر نہ صرف عیسائی مذہب کے بہت سے پیروکاروں نے پوپ سے ناراضگی کا اظہار کیا تھا بلکہ اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے پوپ کے بیان کو مسترد کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ پوپ کے بیان سے متفق نہیں ہیں، کیوں کہ میڈیا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کا مواد شائع کرے، چاہے وہ توہین آمیز ہی کیوں نہ ہو۔

حالیہ عرصہ میں دوبارہ گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے میگزین چارلی ہبڈو کے اداریہ میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ''۲۰۱۵ء میں ہونے والی ہلاکتوں کے بعد انھیں پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے دوبارہ شائع کرنے کے لیے بار بار اصرار کیا گیا، مگر ہم ایسا کرنے سے انکار کرتے رہے، اس لیے نہیں کہ اس پر کوئی ممانعت تھی، قانون ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن ایسا کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، جس سے اس بحث میں اضافہ ہو سکے، لیکن اب ۲۰۱۵ء کے دہشت گردوں کا مقدمہ شروع ہونے سے پہلے ان خاکوں کو (نعوذ باللہ) دوبارہ شائع کرنا ضروری تھا''۔ چارلی ہبڈو کے اس اقرار سے سمجھا جا سکتا ہے کہ انتہا پسند اہل مغرب کے دلوں کو ایسی ناپاک حرکتوں سے کس قدر تسکین حاصل ہوتی ہے، میگزین کی طرف سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ قانونی طور پر خاکے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شائع کر سکتے ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مغربی ممالک کسی بھی دوسرے مذہب اور مذہبی شخصیات کی توہین کی اجازت دیتے ہیں، مغرب بظاہر کسی بھی مذہبی شخصیت کی شان میں گستاخی کو اظہار رائے کی آزادی کے تحت جائز قرار دینے کا تأثر دیتا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کو اہل مغرب سارے مذاہب کے خلاف استعمال نہیں کرتے، بلکہ صرف اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کے لیے اظہارِ رائے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے تعلق سے مغرب کو کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا، ہندوازم دنیا کا ایک معروف مذہب ہے جس کے عقائد ونظریات انتہائی غیر معقول ہیں، اس مذہب کے پیروکار ہزاروں بتوں کی پرستش کرتے ہیں، لیکن کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اہل مغرب نے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ہندوازم کے دیوی دیوتاؤں کی توہین کی ہو، رسول اللہ ﷺ کی گیارہ شادیوں کو اہل مغرب خوب ہدفِ تنقید بناتے ہیں، لیکن ہندو مذہبی شخصیت سری کرشن جی کی گیارہ ہزار سے زائد بیویاں تھیں اس پر مغرب نے کبھی طنزیہ تیر نہیں چلائے، اہل مغرب کو اسلام کے تصور جہاد پر سخت اعتراض ہے، جس کو بنیاد بنا کر وہ اسلام کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اس کے برخلاف انھوں نے اس ہندومت پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی، جس میں جنگوں کی ایک طویل تاریخ ہے، اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مغرب اظہار رائے کی آزادی کو صرف اسلام کے خلاف استعمال کرتا ہے، اسے اسلام سے خدا واسطے کا بیر ہے، مغربی دنیا پیغمبر اسلام کو ایک اہم ترین تاریخی شخصیت تو مانتی ہے لیکن آپ کو خدا کا پیغمبر تسلیم نہیں کرتی۔

گستاخ چارلی ہبڈو کی حالیہ ناپاک جسارت پر فرانس کے صدر عمانویل ماکرون کا جو ردعمل آیا ہے اس سے ان کی اسلام دشمنی کا کھلا اظہار ہوتا ہے، ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے کہا کہ ’’فرانس میں رہنے والوں نے ملک کی شہریت حاصل کرتے وقت فرانسیسی قوانین کی پاسداری کا حلف اٹھایا ہے، چنانچہ انھیں کسی صورت میں ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی جو فرانس کے قوانین کے خلاف ہوں، مسلمانوں کو پیغمبر اسلام کے کارٹونوں کو بہر حال برداشت کرنا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ فرانس کی حکومت اپنے شہریوں کو طنز ومزاح اور تنقید کی پوری آزادی دیتی ہے، اور اسے فنکاروں کا حق سمجھتی ہے‘‘ صدر فرانس کے اس بیان کے ایک ایک جملہ سے اسلام دشمنی جھلک رہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ مغرب اسلام کو اپنا کٹر حریف سمجھتا ہے، مغربی دانشوروں کو یقین ہے کہ اسلامی تہذیب ہی واحد تہذیب ہے جو مغربی تہذیب کے لیے خطرہ بن سکتی ہے، اسلامی مقدسات کی بار بار توہین کرکے مغرب مسلمانوں کا اسلام اور پیغمبر اسلام سے رشتہ کمزور کرنا چاہتا ہے، مگر اہل مغرب کو شاید اس کا علم نہیں ہے کہ مسلمان دنیا کی ہر چیز سے دست بردار ہوسکتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ سے اس کو جو عقیدت ومحبت ہے اسے کسی قیمت پر قربان نہیں کرسکتا۔

پاکستان کے ایک کالم نگار کے ساتھ پیش آئے ایک واقعہ سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، پاکستان کے ایک کالم نگار فرانس کے دورہ پر تشریف لے گئے، وہاں وہ ایک لائبریری میں کتابوں کا جائزہ لے رہے تھے، وہاں ایک داڑھی والا شخص انھیں غور سے دیکھ رہا تھا، کالم نگار مذکور لکھتے ہیں کہ میں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا: ’’نہیں میں جارڈن کا یہودی ہوں، میں ربی ہوں، اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کررہا ہوں‘‘ میں نے پوچھا: تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کررہے ہو؟ وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر سوچ کر بولا ’’میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کررہا ہوں‘‘ میں نے قہقہہ لگایا اور اس سے پوچھا: تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی ہے؟ اس نے کافی کا لمبا سپ لیا،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اور بولا'' میری ریسرچ مکمل ہوچکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں'' میں نے پوچھا:'' تمہاری ریسرچ کی فائینڈنگ کیا ہے؟'' اس نے لمبا سانس لیا، دائیں بائیں دیکھا، گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا'' میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں، یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کرجاتے ہیں، لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی ہرگز برداشت نہیں کرتے'' یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا، میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ وہ بولا:'' میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے یا جب بھی اٹھے اور جب بھی لپکے اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی، آپ ان کی مسجد پر قبضہ کرلیں، آپ ان کی حکومتیں ختم کرلیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگادیں، یا آپ ان کا پورا پورا خاندان مار دیں، یہ برداشت کرجائیں گے، لیکن آپ جوں ہی ان کے رسول اللہ ﷺ کا نام غلط لہجہ میں لیں گے یہ تڑپ اٹھیں گے، اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون، آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے'' میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا، وہ بولا:'' میری فائینڈنگ ہے کہ جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں رہے گی اس دن اسلام ختم ہوجائے گا آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول نکالنا ہوگا'' اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اٹھایا، اور اٹھ کر چلا گیا۔

اس واقعہ کو ذکر کرکے مذکورہ کالم نگار لکھتے ہیں کہ میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں، میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیوں کہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا، میں جان گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے، اور یہ روح جب تک قائم ہے اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے، جس دن یہ روح ختم ہوجائے گی اس دن ہم میں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا''۔

اسلامی مقدسات کے خلاف ناپاک مہم تواتر کے ساتھ جاری ہے، تازہ واقعہ سویڈن میں پیش آیا، ڈنمارک کے انتہا پسند گروپ کے ارکان نے سویڈن میں قرآن مقدس کا ایک نسخہ نذر آتش کردیا، کٹر پسند گروپ کے لیڈر نے ایک ویڈیو پوسٹ کیا، جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص قرآن مقدس کو نذر آتش کررہا ہے، یہ واقعہ سویڈن کے رنکے بے شہر میں پیش آیا، اس ناپاک حرکت کے مجرم کا نام اسٹرم کرس ہے، فیس بک پر اس واقعہ کو پیش کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ اب تک کئی مجرموں کا کہنا تھا کہ ہم مقدس کتاب کو نذر آتش ہرگز نہیں کرسکیں گے، لیکن ہم نے یہ کام انجام دیا ہے، مزید لکھا گیا ہے کہ اسلام ایک شیطانی مذہب ہے، جس کے لیے ڈنمارک میں کوئی جگہ نہیں ہے، ڈنمارک ہو یا سویڈن یا کوئی اور مہذب سماج کا شہر اس میں اسلام کے وجود کو ہی ختم کردیا جائے گا۔ مذکورہ انتہا پسند گروپ نے پولیس سے قرآن مجید نذر آتش کرنے کی اجازت طلب کی تھی، لیکن پولیس نے ان کی درخواست کو مسترد کردیا تھا، قرآن پاک کی بے حرمتی کا حالیہ تازہ واقعہ ان اطلاعات کے درمیان سامنے آیا جس میں اسلام دشمن تنظیموں نے ۱۲ر ستمبر ۲۰۲۰ء کو اسٹاک ہوم کے پانچ مضافات میں زیادہ سے زیادہ مظاہروں کا منصوبہ بنایا ہے، ایک ہفتہ قبل انتہا پسند کارکنوں نے روسن گارڈ میں بھی قرآن پاک کے ایک نسخہ کو جلایا تھا، گذشتہ سال بھی ایک انتہا پسند نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی تھی۔

اس قسم کے واقعات اس بغض وعداوت کی نشاندہی کرتے ہیں، جس سے اہل مغرب کے سینے بھرے ہوئے ہیں، قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی واحد آسمانی کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے، یہ صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ ساری انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، کسی بھی آسمانی کتاب کے تقدس کو پامال کرنا انتہا درجہ کی مجرمانہ حرکت ہے، اسلامی مقدسات کے خلاف اہل

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مغرب کی ان ناپاک جسارتوں کے تناظر میں مسلمانوں کی ذمہ داری دو چند ہوجاتی ہے، خود ہمارے ملک میں نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی صحابہ اور خلفائے راشدین کو نشانہ بنانے کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے، اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کو درج ذیل نکات پر توجہ دینا ضروری ہے:

۱- اس قسم کے واقعات کا اصل مقصد اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید سے مسلمانوں کا رشتہ کمزور کرنا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے رشتہ کو مزید مضبوط کریں، تاکہ دشمنوں کی سازشیں ناکام ہوجائیں۔

۲- اس قسم کے واقعات پر جوش سے زیادہ ہوش سے کام لیا جائے کہ کہیں ہمارے کسی جذباتی ردعمل سے دشمنوں کو موقع نہ مل جائے۔

۳- مسلم ممالک متحدہ طور پر کوشش کرتے ہوئے کہیں بھی مذہبی مقدسات کے خلاف گستاخی کو ممنوع قرار دینے کے لیے اقوام متحدہ پر قانون سازی کے لیے دباؤ بنائیں۔

۴- حبّ رسول ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے، آج امت مسلمہ اس عظیم سرمایہ سے محروم ہوتی جارہی ہے، اس کے لیے عملی اقدامات کئے جائیں۔

۵- غیر مسلموں میں اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔

۶- دنیا کی مختلف زبانوں میں تعارف اسلام وتعارف نبوی ﷺ پر مشتمل لٹریچر کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

۷- اکثر مسلمان شانِ رسالت میں گستاخی یا قرآن کے نذر آتش کئے جانے کی ویڈیوز کو زیادہ سے زیادہ شیئر کرنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں، جس سے دشمنوں کا مقصد پورا ہوتا ہے، خود مسلمان ایسی ناپاک ویڈیوز کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنتے ہیں، اس قسم کی ویڈیوز کو آگے بڑھانے کے بجائے ڈیلیٹ کردینا چاہئے۔

تین محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت

☆

ہمیں اس ملک میں، اِس راہ کو اختیار کرنے کی بڑی ضرورت ہے کہ ہمارے متعلق جو غلط فہمی ہے وہ دور ہو، اور اسلام کو امن وسلامتی کا دین سمجھا جائے، اور ایسا انسانی معاشرہ بنایا جائے جس میں سب کو امن وچین حاصل ہو، اور مسلمان انسانیت نواز اور امن وسلامتی کے رہبر سمجھے جائیں، اس کے لئے اصلاً تین محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ مسلمان اپنے اخلاق وسیرت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی طرف توجہ دیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ ان کے متعلق غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کو دور کرنے کے متعلق تدابیر اختیار کریں۔

(۳) اور تیسرے میڈیا کا ذریعہ جس کو دنیا انسانیت کی تخریب کے لئے استعمال کررہی ہے، ہم اس کو انسانیت کی، اور انسان کے اخلاق وسیرت کی بلندی تک لے جانے کے لئے استعمال کریں۔

یہ تینوں ذرائع اگر ہم استعمال میں لائیں گے تو اس سے ہمارے متعلق دوسروں کی بدگمانی خوش گمانی سے بدل جائے گی۔ اور ہم امن وسلامتی اور سربلندی کے ساتھ زندگی گذار سکیں گے۔

(حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کا سانحہ وفات

از: ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ)

ابھی یہ اندوہناک خبر ملی کہ آج (بروز سہ شنبہ 27 محرم سنہ 1442 مطابق 15 ستمبر سنہ 2020) پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا، اور علم وتحقیق کا ایک باب بند ہوگیا، سال رواں میں کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرا جس میں متعدد علمی حادثوں نے مسلمانوں کو غم زدہ نہ کیا ہو۔ انہیں نا قابل تلافی حادثوں میں یہ تازہ زخم بھی ہے۔

پروفیسر صدیقی صاحب اس عہد کے مایہ ناز محققین میں تھے، خاص طور سے سیرت، مغازی، عہد نبوی اور قرون اولیٰ کی تاریخ کے علم میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا، اپنے موضوع پر اس وقت ان کی حیثیت ایک مرجع کی تھی، اسی طرح فکر ولی اللہی کی تشریح میں ان کو غیر معمولی ملکہ تھا، اور شاید یہ کہنا بجا ہو:

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

دار العلوم ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی، پی ایچ ڈی کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات سے وابستہ ہوگئے، ترقی کرتے کرتے پروفیسر اور صدر شعبہ ہوئے، ملک اور ملک سے باہر ان کو محاضرات کے لئے مدعو کیا جاتا، سیمیناروں میں ان کی شرکت پروگرام کی رونق بڑھا دیتی، یونیورسیٹیاں ان کی خدمات حاصل کرتیں، اور تحقیقی ادارے ان کی تحقیقات اور مشوروں سے مستفید ہوتے۔

انہوں نے اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں گراں قدر تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں، اور ان کے تحقیقی مقالات کا کوئی شمار ہی نہیں، اردو میں ان کی وقیع کتابوں میں ہیں: عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں، نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی شخصیت و حکمت کا ایک تعارف، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، اندلس میں علوم قراءت کا ارتقاء، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، تاریخ اسلامی پر فکری یورش، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں، وغیرہ

میں نے جب لکھنؤ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی مکمل کی تو یونیورسٹی نے پروفیسر یاسین مظہر صاحب کو میرا ممتحن نامزد کیا، پروفیسر صاحب زبانی امتحان کے لئے لکھنؤ تشریف لائے اور ندوہ میں قیام کیا، اور پھر دوسرے دن ان کے ساتھ لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں پہنچا، کمرہ شعبہ کے اساتذہ اور سینئر طلبہ سے بھرا تھا، ان میں خاص طور سے صدر شعبہ پروفیسر رضوان علوی مرحوم، میرے مقالہ کے نگراں پروفیسر عبید اللہ فراہی صاحب، پروفیسر یونس نگرامی مرحوم، اور شعبہ معاشیات کے پروفیسر ڈاکٹر مزمل صاحب قابل ذکر ہیں۔

اس امتحان کی تفصیلات آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہیں پروفیسر صاحب سوالات کرتے اور میں جواب دیتا، وہ کوئی اشکال کرتے، اور بات موضوع کے متعلقات بعیدہ تک چلی جاتی، زیادہ تر گفتگو اسلامی تاریخ کے مراجع اور ان کی علمی وتحقیقی حیثیت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پر تھی، وہ اسلامی مؤرخین کے طریقہ کو ترجیح دیتے، اور میں محدثین کے منہج کی برتری کے دلائل دیتا، وہ ابن اسحاق کے بہت زیادہ قائل تھے، اور تقریباً ہر مسئلہ میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کررہے تھے، اور میں اس کے مقابلہ میں امام مالک اور امام بخاری کی رایوں کی معقولیت ثابت کررہا تھا، میں نے ابن اسحاق کے متعلق امام مالک کا یہ قول دہرایا ''دجال من الدجاجلة'' تو اسے انہوں نے امام مالک کی زیادتی سے تعبیر کیا، یہ مناقشہ دلچسپ رہا، دوسرے اہل علم بھی اس میں حصہ لے رہے تھے، یونیورسٹی کی تاریخ میں یہ بہت لمبا امتحان تھا، حاضرین کو اس علمی و تحقیقی گفتگو میں بہت مزہ آیا، کئی لوگوں نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے اس قدر پر لطف امتحان نہیں دیکھا۔

پروفیسر صاحب سے ندوۃ العلماء لکھنؤ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اور تکیہ کلاں رائے بریلی میں بار بار ملاقات ہوئی، اور ہمیشہ دل چسپ نشست رہی، ایک بار شاید سنہ 1985ء میں علی گڑھ میں ملاقات کی، میرے ساتھ رفیق محترم آفتاب عالم ندوی بھی تھے، پروفیسر صاحب نے شام کو کھانے کی دعوت دی، اور ہمارے اعزاز میں متعدد اہل علم کو مدعو کیا، مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا، پر لطف صحبت رہی، اس موقع پر حاضرین سے کہا کہ میرا یہ مکان دارالقلم ہے، یعنی یہ قلم کی آمدنی سے تعمیر ہوا ہے، ایک دوسری ملاقات میں میں نے عرض کیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ ندوی کیوں نہیں لکھتے، کہنے لگے کہ یہ سوچتا تھا کہ ندوی تو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل علم بزرگوں کی نسبت ہے، میں اس لائق کہاں؟ اس لئے ندوی لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی، بعد میں جب بھی نام کے ساتھ ندوی بڑھانے کا ارادہ کیا تو اس میں ایک قسم کا تکلف محسوس ہوا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المرتضی'' چھپ کر آئی، تو پروفیسر یونس نگرامی مرحوم نے رسم اجراء کی عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا، جس میں باہر کے بہت سے اہل علم و تحقیق مدعو تھے، ان میں پروفیسر یاسین مظہر صاحب بھی تھے، ندوہ کے مہمان خانہ میں ان سے طویل گفتگو رہی، اور اس میں انہوں نے کتاب کے متعلقات پر اپنے کچھ تحفظات کا بھی اظہار کیا۔

پروفیسر صاحب سے جب بھی اسلامی تاریخ کے کسی موضوع پر گفتگو ہوتی تو وہ گفتگو ایک سنجیدہ مباحثہ کی شکل اختیار کرلیتی، وہ بحیثیت محقق بہت سی منفرد آراء کے نہ صرف حامل تھے بلکہ ان کے لئے پر جوش بھی تھے، ان پر ان کے استاذ مولانا اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم واستاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کی صحبتوں اور تحقیقات کا بھی گہرا اثر تھا، ان کا کہنا تھا کہ مولانا اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو اسلامی تاریخ کا صحیح شعور ملا۔ وہ کسی کے طرف دار نہ تھے، اور مطالعہ میں غیر جانبداری کے قائل تھے۔ میری مولانا محمد اسحاق سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار رفیق محترم حشمت اللہ ندوی صاحب کے ساتھ کراچی میں ملاقات ہوئی تھی، اور اب تک دل پر ان کے تقدس کا اثر ہے، البتہ ان کے بعض تفردات سے کبھی اطمینان نہیں ہوا، اور حقیقتاً تاریخ اسلامی کے پر فتن ادوار، وہ وادی خارزار ہیں کہ بہ مشکل کوئی ان سے سلامتی سے گزر سکا۔

علم و تحقیق کے میدان میں سبقت، عقل ورزانت سے اتصاف کے ساتھ پروفیسر مرحوم ایک بہترین انسان تھے، بے حد ملنسار، متواضع اور تکلف سے بری تھے، اخلاق وشرافت کا نمونہ، اور پرانی تہذیبی روایتوں کی یادگار، اب وہ قدریں یکے بعد دیگے رخصت ہورہی ہیں۔

آج اس عظیم فاضل یگانہ نے اپنی جگہ خالی کردی، اب نوجوان دنیا اس بوڑھے کی مثال شاید پیدا کرسکے۔ دنیا کا رنگ دیکھتے ہوئے، اس کی توقع بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے، درجات بلند فرمائے اور اپنا پڑوس عطا کرے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مفتی عبداللہ مظاہری ہانسوٹ

کچھ یادیں کچھ باتیں

مفتی احمد عبیداللہ یاسر قاسمی —— 8121832026

ابھی حضرت مولانا عبدالرحیم فلاحی صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات کا غم تازہ ہی تھا کہ آج (۱۹ر محرم الحرام ۱۴۴۲ء/ مطابق ۸ر ستمبر ۲۰۲۰ء کو منگل کے دن) جامع المعقول و المنقول حضرت الاستاذ مفتی عبداللہ صاحب مظاہری رحمہ اللہ (بانی و سابق شیخ الحدیث جامعہ مظہرِ سعادت ہانسوٹ گجرات) کے حادثہ ارتحال نے دلوں پر بجلی گرادی، کرونا کی اس وبا کے دوران بہت سوں کے رخصت ہونے کی خبر ملی، دل شدید رنج میں مبتلا بھی ہوا، لیکن ایسے لوگ کم ہوتے ہیں، جن کی وفات دلوں پر بجلی بن کر گرتی ہے، جن کا آفتاب زندگی مشرق میں غروب ہو تو مشرق والے اندھیرا محسوس کرتے ہیں، جن کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہوک پیدا کردیتی ہے، جن کے نام کے ساتھ ہمیشہ مدظلہ العالی کے بجائے آج رحمہ اللہ لکھتے ہوئے دل لرز رہا ہے، ہاتھوں میں کپکپاہٹ ہے، قلم توڑ دینے کو جی چاہ رہا ہے۔ نہ الفاظ میں اتنی طاقت ہے کہ میرے جذبات کی ترجمانی کرسکے، نہ قلم میں اتنی پختگی کہ چشم نم کی عکاسی کرسکے۔ آہ استاد محترم، محدث بے مثال، وسیع المعرفت ، غزیر العلم اور کثیر الحلم کے خوبصورت اوصاف سے متصف، تفقہ فی الدین، تعمق اور تبحر علمی کی جیتی جاگتی مثال، استاذ الاساتذہ مولانا مفتی عبداللہ مظاہری رویدروی رحمہ اللہ بھی اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفر لہ وارحمہ و سکنہ فسیح جناتہ

آپ رحمہ اللہ اپنے علم وفضل، زہد وورع، جہد وعمل، خشیت وانابت سے قرونِ اولی کی یاد تازہ کرنے والے تھے، اخلاص و للّٰہیت، مجاہدانہ عزم وعمل، اور پرخلوص خدمات کی وجہ سے علمی اور دینی حلقوں میں ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے، علمی دنیا میں آپ کا لوہا مانا جاتا تھا، یقیناً آپ کی وفات ہر اس شخص کے لئے سانحہ ہے جو علم ودین کی کچھ رمق اپنے سینہ میں پنہاں رکھتا ہے۔

[مولانا عبداللہ بن محمد بن ابراہیم رویدرا نامی گاؤں میں ۲۸ر جمادی الاولی ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۴ر فروری ۱۹۵۲ء اتوار اور پیر کی درمیانی شب میں پیدا ہوئے، تعلیم جامعہ تعلیم الدین، ڈابھیل اور جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے مکمل کی۔ مشہور اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا اسعداللہ رام پوری، حضرت مفتی مظفر حسین، حضرت مفتی یحییٰ صاحب، مفتی احمد خان پوری، حضرت مولانا شیخ یونس صاحب، اور حضرت مولانا محمد عاقل سہارن پوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اجازت و خلافت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب جون پوری سے حاصل کی۔

تدریس جامعہ فلاح دارین ترکیسر، گجرات سے شروع کی، پھر جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کی بنیاد رکھی، وہاں مختلف علوم و فنون کی اعلی کتابوں کے ساتھ بخاری شریف تک کتابوں کا درس کیا۔ اور اس ادارہ کی ترقی میں اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں مشہور تصنیفات درج ذیل ہیں: اسعاد القاری شرح بخاری ، مباحث فی الحدیث وعلومہ، غایۃ الاصول الی علم الاصول، فتاوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سعادت، اور مختلف علمی رسائل اور مضامین]

حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا اور بجا فرمایا تھا کہ گجرات میں دو عالم ہیں جن کا مطالعہ گہرا ہے اور دونوں کا نام عبداللہ ہے، ایک مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی نوراللہ مرقدہ، دوسرے مفتی عبداللہ صاحب مظاہری نور اللہ مرقدہ افسوس کہ آج وہ دونوں شخصیات سے عالم محروم ہو چکا ہے

افسوس جن اہل علم واخلاص نے برصغیر میں ایمان وایقان کی شمع روشن کی، دین کے علم صحیح سے لوگوں کو روشناس کیا وہ امسال ایک ایک کر کے اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ رہے ہیں، ایک ایک کر کے وہ اشخاص رخصت ہو رہے ہیں جن کے وجود سے پورا عالم مستفید ہو رہا تھا اور اپنے پیچھے ایک ایسا مہیب خلا چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ جن کے پر ہونے کی کوئی ظاہری امید نظر نہیں آتی، لگ رہا ہے کہ شاید وہاں کوئی علمی محفل لگی ہوئی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

افق کے اس پار کوئی علمی اکٹھ ہے شاید
بڑی تمکنت سے اہل دل اٹھ کے جا رہے ہیں

جہاں تک علم کے حروف ونقوش، کتابی معلومات اور فنی تحقیقات کا تعلق ہے ان کے ماہرین کی آج بھی کمی نہیں لیکن تعلیمات اسلاف کے امین، دین کا ٹھیٹھ مزاج رکھنے والے، تواضع اور للّٰہیت کے پیکر اب مسلسل سمٹ رہے ہیں، دیکھتے دیکھتے کئی ایک کبار علماء عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر چکے ہیں

اس المناک سانحہ پر راقم الحروف کیا تعزیت پیش کرے؟ خود راقم مستحق تعزیت ہے، رہ رہ کر حضرت والا رحمہ اللہ کے راقم آثم پر نوازشات وعنایات یاد آرہی ہیں، دوسالہ دور طالب علمی میں جو محبتیں اور شفقتیں میں نے دیکھی ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں، مجھے حضرت والا رحمہ اللہ سے باقاعدہ کسب فیض کا موقع نہیں ملا، البتہ امتحانات اور خدمت کے دوران بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا ہے، وہ مہمانوں کی ضیافت، وہ طلبہ کی حوصلہ افزائی، وہ جمعہ میں طلبہ کو مسجد میں جمع کرنا، وہ بعد نماز عصر مسجد عائشہ میں جلوہ افروز ہونا، وہ بعد نماز مغرب طلبہ کے مذاکرات کی نگرانی کرنا، وہ بعد نماز عشاء حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کی آداب المتعلمین پڑھنا، وہ اپنے اکابر کی تعظیم، وہ معانی اور نکات سے بھرپور درس بخاری، جس سے بالیقین بخاری کی روایت ابن الہمام کی فقاہت، اور علامہ ذہبی کی درایت جھلکتی تھی، وہ فقہی گہرائیوں سے پُر رسم المفتی کا سبق جس سے علامہ شامی اور ابن نجیم کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ آہ!!!!

آزمائش اور ابتلاء کے دور میں راقم جامعہ میں نہیں تھا، قضاو قدر کو پتہ نہیں کیا منظور تھا، وہ المناک حادثہ پیش آیا جس میں آپ اور آپ کے اہل خانہ نے وہ مصائب جھیلے کہ خدا رحم کرے۔

انشاء اللہ یہ آزمائشیں آپ کو حیات جاودانی عطا کریں گی، اور آپ کا حشر سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کے ساتھ ہوگا، رب ذوالجلال آپ کا حشر خادمین حدیث کاندھلوی و باندوی وجونپوری اور کاپودروی کے ساتھ فرمائے گا راقم حضرت کے تمام متعلقین ومتوسلین سے بالخصوص اور تمام محبین اور شاگردوں سے بالعموم فرداً فرداً تعزیت پیش کرتا ہے۔

مفتی صاحب کیا رخصت ہوئے کہ ہم سب کو یتیم کر گئے اس لئے یہ راقم جذبات واحساسات درد اور کرب میں کچھ لکھنے سے عاجز ہے۔

ائے رب العالمین! 25 سال تیرے حدیث رسول کی خدمت میں زندگی گذارنے والا، تیرے دربار میں پہنچ چکا ہے تو اس کو سرخ رو فرمانا۔ ائے مالک ومولیٰ! نصف صدی سے زائد عرصہ قرآنی ونبوی علوم سے امت کو مستفید کرنے ولا دنیا کے جھمیلوں سے آزاد ہو کر آپ کے پاس ابدی سکون کے لیے آپہنچا ہے، تو اس کی لاج رکھنا۔

ہر آنکھ اشکبار ہے ہر دل سوگوار ہے
یہ کون آج اٹھ کے جہاں سے چلا گیا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قاضی شریعت حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوریؒ

خصوصیات وامتیازات

مفتی نعمت اللہ محمد ناظم قاسمی ، ریسرچ اسکالر ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ

چچا محترم، میرے مشفق مربی، مشہور محدث ومفسر، قاضیٔ وقت حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری ۸ر ستمبر 2020 کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ آج ان کی وفات سے جہاں اپنے سر سے ایک گھنے سایہ کے ہٹ جانے کا درد ستا رہا ہے، وہیں یہ حادثہ امت ہندیہ اسلامیہ کے لئے ایک عظیم خسارہ سے کم نہیں، کیونکہ حضرت کی جیسی ہمہ جہت اور مختلف النوع صلاحیت کی حامل شخصیت بہت کم پیدا ہوتی ہیں، آپ کی وفات کے بعد آپ کے ہزاروں شاگرد، اور متعلقین نے مختلف انداز میں آپ کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں اور آپ کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے دست بدعا ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفرپوریؒ کے نمایاں امتیازات وخصوصیات کو اگر جمع کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں ایسی ہیں کہ جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا :

۱- علمی گہرائی و گیرائی

زمانہ طالب علمی سے ہی آپ ممتاز رہے، دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس نظامی کی شروع سے اخیر مرحلہ تک کی تمام کتابوں کی تدریس کا موقع عنایت کیا، دسیوں سال تک مدرسہ رحمانیہ سوپول میں آپ مسند حدیث پر بخاری شریف کا درس دیتے رہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطالعہ اور کتب بینی کا خصوصی ذوق عطا فرمایا تھا، کتاب کی صرف ورق گردانی نہیں بلکہ سطر بہ سطر اور لفظ بہ لفظ مطالعہ فرماتے اور علمی شہ پاروں کو قلم بند بھی کرتے، ان ہی وجوہات سے آپ کا علم گہرا بھی تھا اور تازہ دم بھی، علمی مصادر و مراجع پر آپ کی گہری نگاہ تھی۔

۲- کلام الٰہی سے والہانہ تعلق

قرآن کریم کی تلاوت آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ تھا، عام دنوں میں تو اس کی کثرت فرماتے ہی، جب رمضان آتا تو اس مہینہ میں آپ خصوصی طور پر اس کا اہتمام کرتے اور اپنے اوقات کا اکثر حصہ اس مبارک عمل میں گزارتے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر قرآن کا اعلیٰ ذوق دیا تھا، اس لئے ہمیشہ آیات کے معانی ومفہوم، شان نزول، اور اس سے متعلق احکام پر آپ کی نظر ہوتی، ہم لوگوں کو ہمیشہ مترجم قرآن (ترجمہ شیخ الہند، بیان القرآن وغیرہ) میں تلاوت کا حکم دیتے تاکہ جہاں مفہوم واضح نہ ہو وہاں ترجمہ وتفسیر کی مدد سے قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہوسکے، تفسیری ذوق آپ کے اندر کس قدر تھا اور آپ طلبہ میں قرآن فہمی کے کس قدر متمنی رہتے تھے اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ مدرسہ رحمانیہ سوپول میں تدریسی اوقات کے علاوہ سوپول کی جامع مسجد میں بعد نماز فجر مدرسہ کے اعلیٰ درجات کے طلبہ کو درس تفسیر دیتے۔ کلام الٰہی کی بکثرت تلاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآنی آیات سے استدلال کا ایسا ذوق دیا تھا جس کا اظہار مختلف علماء کرام کرتے رہے ہیں، میں نے اپنے مخلص مربی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کو بارہا آپ کی اس خداداد صلاحیت کا تذکرہ کرتے سنا ہے، آپ باضابطہ حافظ قرآن تو نہیں تھے مگر قرآنی آیات سے بروقت استدلال کی صلاحیت اعلیٰ درجہ کے حفاظ سے بھی آپ کو ممتاز رکھتی تھی۔

۳- محدثانہ ذوق

علم حدیث سے آپ کا بے پناہ تعلق تھا، کتب حدیث کی تدریس کے وقت علوم نبوت سے آپ کے جذبۂ دروں میں پایا جانے والا اکرام و احترام کھل کر سامنے آتا، باوضو، و با ادب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حدیث کی مجلس میں محدثانہ شان کے ساتھ تشریف فرماتے اور کلام رسول کو قلبی محبت اور شیریں زبان سے ادا کرتے، ترغیب وترہیب سے متعلق احادیث کی تشریح کے وقت اس کا اثر آپ کے چہرے سے عیاں ہوتا، اخیر عمر میں آپ نے فقہی مسائل کو حدیث نبوی سے مربوط کرنے کا ایک اہم علمی وتاریخی کارنامہ انجام دیا، یہ کتاب ''أدلۃ الحنفیۃ فی المسائل الفقہیۃ'' کے نام سے دو جلدوں میں عالم عرب سے طبع پذیر ہوکر علمی حلقوں کو سیراب کررہی ہے۔

۴- فقیہانہ مزاج

اللہ رب العزت نے آپ کو فہم وفراست اور نصوص شرع سے استنباط مسائل کا اعلیٰ ذوق دیا تھا، ایک باکمال فقیہ اور قاضی کے لئے جہاں نصوص شرع پر گہری نگاہ کی صلاحیت مطلوب ہے، وہیں اپنے زمانہ اور ماحول سے بھی واقف ہونا ضروری ہوتا ہے، حضرت مولانا قاسم صاحب مظفر پوری میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کی علمی مجلسوں میں آپ کی گفتگو کو بغور سنا جاتا، اور آپ کی رائے کو اہمیت دی جاتی ..... کار قضاء سے آپ چار پانچ دہائیوں تک جڑے رہے، ہزاروں فیصلے آپ نے اپنے قلم سے کئے، جو آج اس راہ کے مسافروں کے لئے خضر طریق کا درجہ رکھتے ہیں۔

دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں مرافعہ کی مسلوں کو آپ خاص طور پر دیکھتے اور اپنی فقہی بصیرت سے ایسا حل پیش کرتے کہ فریقین اس پر راضی ہوجاتے۔

۵- داعیانہ و مصلحانہ کردار

آپ کا ایک سب سے اہم بنیادی امتیاز مسلم معاشرہ میں داعیانہ ومصلحانہ کردار کا تھا، آپ بکثرت دعوتی اسفار کرتے، اس راہ کی آبلہ پائی میں آپ نے زندگی صرف کردی، ہر چھوٹے بڑے دعوتی پروگرام میں شرکت اپنے لئے ذخیرۂ آخرت سمجھتے، اور اس راہ کی مشقتوں کو بخوشی قبول کرتے، حسب ضرورت پیدل اور بیل گاڑی سے لے کر ہوائی جہاز تک کا سفر آپ نے اس مقصد کے لئے کیا، کوشش کرتے کہ میزبان کے لئے بوجھ نہ بنیں، اس لئے قرب وجوار کا سفر اخیر اخیر عمر تک بس سے بھی کرلیتے، اور فرماتے کہ ملت کا ایک ایک پیسہ قیمتی ہے۔

دعوتی سفر پر جب کسی علاقہ میں پہنچتے تو سب سے پہلے وہاں کے حالات سے باخبر ہوتے، اگر گاؤں میں مسلمان کسی بھی مسئلہ کو لے کر آپس میں مختلف ہوتے تو دونوں فریقین کو جمع کرکے اصلاح کی کوشش فرماتے، بعض دفعہ اس کی خاطر کئی مجلسیں لگانی پڑتیں، اللہ رب العزت نے حکم ومصلحت اور گفتگو میں ایسی قوت سے نوازا تھا کہ فریقین مطمئن ہوکر آپسی اختلافات کو ختم کرنے پر رضامند ہوجاتے، آج امت اس عظیم مصلح سے محروم ہوگئی۔

۶- تواضع و سادگی

ہم نے اسلاف کی سوانح میں ان کی سادگی کے جو قصے پڑھے، اپنی آنکھوں سے وہی سادگی اور تواضع حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ میں دیکھی، یہ سادگی اور تواضع آپ کی زندگی کے تمام شعبوں میں دیکھی جاسکتی تھی، رہنا، سہنا، کھانا، پینا، زبان وقلم تحریر وتقریر، آپ کی زندگی تواضع سے عبارت تھی، لباس وپوشاک سے سادگی جھلکتی ہی تھی، گھر میں خورد ونوش میں بھی بہت سادگی پر عمل پیرا تھے، صبح کے ناشتہ میں رات کی بچی ہوئی روٹی اور چائے بلاتکلف نوش فرماتے، ان کے لئے اگر دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے لگائے جاتے تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے، ہاں اگر کسی مہمان کی ضیافت مقصود ہوتی تو پھر اسے قبول فرماتے زندگی انتہائی سادگی سے گزاری اور ہم لوگوں کو ہمیشہ اس کی تاکید فرماتے رہے

۷- باکمال مربّی

افراد سازی اور رجال کار کی تیاری ایک ایسا ہنر ووصف ہے کہ ہر کسی کو اس کی صلاحیت نہیں ہوتی، حضرت مولانا کا بنیادی وصف رجال سازی کا تھا، آپ کی تربیت میں رہ کر نہ جانے کتنے پتھر ہیرے بنے اور نہ جانے کتنے گل گلستان اور دبستان میں تبدیل ہوئے، آپ ہمیشہ تربیت کے پہلو پر توجہ دیتے، کم عمر بچوں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی تربیت کے ساتھ ساتھ نوجوان اور عمر دراز لوگوں کی بھی تربیت حسب موقع فرماتے رہے، آپ کی تربیت کا علمی موضوع اگرچہ کار قضاء رہا، اور اپنی زندگی میں دسیوں بڑے بڑے تربیت قضاء کے پروگراموں میں آپ بحیثیت مربی شریک رہے، سینکڑوں نوجوان فضلائے مدارس آپ کی تربیت سے مستفید ہوکر کار قضاء سے مربوط ہوئے، اور اس راہ کے مسافر بنے، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں رجال سازی کا کارنامہ انجام دیا، اور ایک اچھا انسان بننے کے لئے جن خصوصیات اور اعلیٰ اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے ان کی طرف توجہ دلائی۔ طلبہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و اخلاقی تربیت کے لئے ہمیشہ فکرمند رہے، علماء کو ادب اختلاف کی تربیت دیتے اور اپنی بات مثبت انداز میں کیسے رکھی جائے اس کی طرف توجہ دلاتے۔

۸- ماہر تدریس و تفہیم

آپ نے زندگی کا اکثر حصہ تدریس میں گزارا، اس لئے طویل تدریسی تجربہ کی بنیاد پر تفہیم کا ایسا اصول اپناتے کہ کند سے کند ذہن طالب علم بھی سبق سمجھ لیتا، عربی زبان وادب کی تدریس کا آپ کو خاص ملکہ تھا، عربی زبان سیکھنے کے لئے آپ قرآن و حدیث سے طلبہ کو مربوط کرتے اور عربی گرامر کے اجراء کے لئے طلبہ کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے ایسی مثالوں سے اپنی بات کو واضح کرتے کہ جن کا سمجھنا شرکاء درس کے لئے آسان ہوتا۔

۹- علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت کی فکرمندی

موجودہ زمانہ میں جب کہ اسلامی علوم کی طرف توجہ بہت کم دی جارہی ہے، آپ اس سلسلہ میں ہمیشہ فکرمند رہے، نئی نسل کو اسلام کے بنیادی احکام ومسائل سے واقف کرانے کے لئے دینی مکاتب کے قیام کو وقت کی انتہائی اہم ضرورت بتاتے، ہر جگہ بڑے بڑے اعلیٰ تعلیمی مدارس و جامعات کے مقابلہ میں گاؤں گاؤں، محلے محلے میں مضبوط، پائیدار دینی مکاتب کے قیام کو زیادہ اہمیت دیتے، اسلامی علوم کی نشر واشاعت کا یہی جذبہ تھا کہ جب جہاں جاتے طلبۂ مدارس سے ان کی تعلیم کے بارے میں دریافت کرتے، ان سے علمی سوالات پوچھتے، ہم لوگوں کو بار بار یہ نصیحت فرماتے کہ ہمیشہ اپنی ذات سے دوسروں کو علمی فائدہ پہنچایئے، علم بانٹنے سے گھٹتا نہیں ہے، علم جو آپ نے سیکھا ہے اگر دوسروں کو سکھائیں گے نہیں تو پھر وہ علم زنگ آلود ہوجائے گا، چنانچہ ہم لوگ دیکھتے کہ گاؤں میں جب آپ تشریف فرما ہوتے تو جہاں تفسیر، حدیث اور کتب فقہ کی اعلیٰ کتابیں طلبہ کو پڑھاتے وہیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی اپنے فیض سے محروم نہیں رکھتے۔

10- خشیت الٰہی

حضرت مولانا کی یہ شان تھی کہ جہاں آپ علم کے کوہ گراں تھے وہیں عمل کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز تھے، نوافل، دعائیں، درود شریف، اذکار ماثورہ کا اہتمام آپ کی زندگی میں بکثرت ملتا ہے، آپ کی زبان ذکر الٰہی سے ہمیشہ تر رہتی تھی، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو صبر اور نماز کی تلقین کی اور انہیں نصرت الٰہی کی طلب کے لئے ذریعہ بنانے کا حکم دیا گیا ''فاستعینوا بالصبر والصلاۃ''۔ حضرت مولانا کی زندگی اسی فرمان الٰہی کا نمونہ تھی، جب بھی کوئی واقعہ ہو، خوشی یا غم کا موقع ہو آپ سجدہ ریز ہوکر رب کریم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوجاتے، سفر میں نکلنے سے پہلے خاص طور پر دو چار رکعت نماز ضرور ادا کرتے۔

علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت، تواضع وانکساری اور جہد مسلسل کا یہ عظیم پیکر آج ہمارے درمیان موجود نہیں رہا، مگر ان کے باقیات صالحات زندہ جاوید ہیں، ان کے لگائے گئے علم وتربیت کے ادارے یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں، جہاں سے جب تک قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی رہے گی اس کا اجر انہیں ملتا رہے گا۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو، اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت کرے اور ان کے سینچے ہوئے علمی باغات پھلتے پھولتے رہیں، اور ان کی خوش بو ان تک پہنچتی رہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ملت کی دو قیمتی شخصیات سے محرومی

مولانا امین عثمانی ندویؒ اور مفتی معزالدین قاسمیؒ

مولانا عبدالمتین منیری۔ بھٹکل

مولانا معزالدین صاحب ہوں یا مولانا امین عثمانی صاحب دونوں اچانک اس طرح ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئے، جب موجود تھے تو ان کی قیمت کا احساس نہیں ہوتا تھا، لیکن جب خاموشی سے رخت سفر باندھا تو محسوس ہوا کہ کتنی بڑی نعمت ہم سے چھن گئی۔

کتنی بڑی پریشانی کی بات ہے، امت کو فکری غذا پہنچانے والے، اور روزانہ زندگی میں درپیش مسائل میں حلال وحرام کی تحقیق میں جٹے ہوئے دو ادارے ادارہ مباحث فقیہ اور اسلامی فقہ اکیڈمی کے دوستون اچانک اس طرح گر گئے کہ ان قیمتی اداروں کے مستقبل کے سلسلے میں فکرمندی لاحق ہوگئی۔ یہ دونوں ادارے ایک طرح سے شخصیت ساز ادارے ہیں، ان اداروں کو خون جگر دینے والی ایسی شخصیات کی ضرورت ہوتی ہے جو شہرت اور ناموری سے بلند ہوکر یکسوئی سے کام کریں، ان کے یہاں اپنے مشن سے زیادہ ہزاروں اور لاکھوں کے مجمعے کی واہ واہ کی قدر و قیمت پرِ کاہ کے برابر نہیں ہوتی، بلکہ یہ اس بات پر پھولے نہیں سماتے کہ ان کا کوئی تعارف نہیں ہوا تو کیا ہوا، ان کے لگائے ہوئے پودے پھل پھول دے رہے ہیں، اور فضا کو اپنی خوش بو سے خوش گوار بنا رہے ہیں۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ ہمارے بزرگ تھے، اور ہم جیسے خوردوں کی گستاخیاں بھی ہنسی خوشی برداشت کر لیتے تھے، کہنے لگے کہ آپ کے شوافع حضرات اکیڈمی کے پروگرام میں شریک نہیں ہوتے، تو ہم نے ان سے کہا کہ ہمارے احباب کی آپ سے شکایت ہے کہ ان کانفرنسوں میں مقالہ نگار بڑی محنت کرکے مقالات تیار کرکے لاتے ہیں، گھنٹوں ان پر طویل بحثیں ہوتی ہیں، لیکن اچانک کسی مدرسے کا مفتی کسی متن کی عبارت پیش کر دیتا ہے، اور اس پر سب کی زبانیں خاموش ہوجاتی ہیں، پھر کوئی زبان نہیں کھولتا، آخر کسی متن کے ایک جملے پر بحث ختم کرنا ہی ہے تو اتنی ساری محنت اور تگ ودو کا کیا حاصل؟

کہنے لگے تم ہمیشہ منفی پہلو دیکھتے ہوں، تعمیری پہلو نہیں دیکھا کرتے، کیا آپ کو نظر نہیں آرہا ہے کہ ہمارے یہ مفتی حضرات جو کبھی دو چار درسی کتابوں سے آگے نہیں دیکھا کرتے تھے، آج ایک بحث کے لئے سینکڑوں کتابیں دیکھ کر آتے ہیں، جس کے طفیل ان میں کتابوں سے لگاؤ بڑھتا جارہا ہے، وہ پڑھنے اور محنت کرنے لگے ہیں، اتنا سب پہلے کہاں تھا؟، ابھی اکیڈمی کی ابتدا ہے، انتظار کیجئے، کہ اس کے طفیل کتنے کتنے محققین اور باحثین پیدا ہوتے ہیں۔

ہم نے قاضی صاحب سے شکایت کی کہ آپ کی ساری زندگی فیصلے سنانے اور انتظامی امور میں صرف ہوگئی، آئندہ نسلوں میں زندہ رہنے کے لئے آپ کی جتنی بڑی شخصیت ہے اتنا علمی ورثہ نہیں ہے، مسلم پرسنل لا کے لئے لکھے ہوئے چند رسائل ہیں، وہ بھی امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہیں۔ چند سال بعد جب مجلّہ فقہ اسلامی کے سترہ نمبر ان کی زندگی ہی میں نکلے تو کہنے لگے، دیکھئے اللہ نے اکیڈمی کے کام میں کتنی برکت دی ہے، جدید فقہی مسائل پر انسائیکلوپیڈیا کے برابر مواد چند برسوں میں سامنے آگیا۔ جب قاضی صاحب بارگاہ ایزدی میں پہنچے تو مطمئن تھے کہ جس طرح انہوں نے زندگی میں حلال وحرام کے مسائل

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں عمر بھر رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، ان کی آنکھیں بند ہونے کے بعد بھی قیامت تک یہ سوتا جاری رہے گا، دنیا اس سے سیراب ہوتی رہے گی۔

امین عثمانی صاحب سے ہماری ملاقات کوئی سولہ سترہ سال قبل دارالسلام عمرآباد کے فقہی سمینار میں ہوئی تھی، ابھی ڈاڑھی مختصر سی تھی، اور جسم بھی دبلا پتلا، نحیف، کہیں محسوس نہیں ہورہا تھا کہ وہ بھی کسی حساب وشمار میں شامل ہیں، اسٹیج پر وہ نظر نہیں آئے، تب معلوم ہوا تھا کہ اکیڈمی کے سکریٹری ہیں، قاضی صاحب بھی چلے گئے، جن کاندھوں پر اکیڈمی کا بوجھ چھوڑ گئے تھے، وہ بھی زندگی کا ساتھ چھوڑ چکا ہے، مولانا خالد سیف اللہ صاحب ہیں جو قاضی صاحب کے علوم کے وارث ہیں، لیکن وہ بھی کیا کریں؟، دنیا کے جھمیلے ہیں، مسلم پرسنل لا بورڈ دیکھیں، حیدرآباد کے دارالقضاء میں آنے والے جھگڑوں کو نبٹائیں، اخبارات کے کالم لکھیں، یا سفر واسفار میں رہیں؟، عثمانی صاحب دہلی میں تھے، بہت سا کام فون پر ہوجاتا تھا، اب اکیڈمی سے وابستہ دوسرے اکابر مولانا بدرالحسن قاسمی، مولانا مفتی عتیق بستوی وغیرہ اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں دہلی سے دور مصروف ہیں، اب قوم کی اس عظیم امانت کو کون بچائے؟

اکیڈمی کے نقش قدم پر ادارۃ مباحث فقہیہ بھی قوم کی امانت ہے، اس سے بھی علم وفقہ، تحقیق وبحث سے وابستہ ایک بڑا حلقہ جڑا ہوا ہے، مولانا معزالدین صاحب کی حیثیت انجن کی تھی جو انہیں متحرک رکھتا تھا، صلاحیتوں کا کسی میں ہونا اتنا اہم نہیں ہوا کرتا۔ جتنا اسے استعمال میں لانا اور ملت کی فلاح وبہبود کے لئے انہیں استعمال میں لانا۔

بجلی خود تو موجود رہتی ہے، کوئی اس کا بٹن دبانے والا اور اس کے تاروں کو لگانے والا بھی تو ہو، مولانا امین عثمانی ہوں یا مولانا معزالدین صاحب دنیا کے شور شرابے سے دور دلوں میں پوشیدہ بجلیوں کو استعمال میں لانے اور منظم کرنے میں اپنی زندگی گزار گئے، کیا ہم ان پر صرف کاغذی مرثئے پڑھ کر خوش ہوکر بیٹھ جائیں گے، یا پھر ہماری بھی کچھ ذمہ داری بنتی ہے؟ کہ سوچیں کہ جو دیئے جمعیت علماء ہند اور فقہ اکیڈمی کے اکابر نے جلائے تھے ان کی لو بجھنے نہ پائے، کبھی ان کی روشنی مدھم نہ پڑے، کیونکہ ان اداروں نے اپنے وسائل کی کمی کے باوجود چند افراد کے بل بوتے پر قائم ہوجانے کے باوجود علمی دنیا میں وہ مقام حاصل کیا کہ سلطنت خداداد کہے جانے والی حکومتوں کے کئی ایک دانشوران کی گواہی ہے کہ ستر سال میں حکومتوں کے بے پناہ وسائل کے باوجود شخصیت سازی اور علم وتحقیق کے اس پائے کے کام نہ ہوسکے

کتب بینی اور مطالعہ کے ذوق کی باتیں تو بہت ہوتی ہیں، لیکن ہمارے اہل علم کے علمی ذخیرے میں اضافہ، ان کی فکری صلاحیتوں کو جلا بخشنا، اور علمائے دین کو رفتار زمانہ کا ساتھ دینے، اور ہر نئی نازلہ میں امت کی رہنمائی کرنے کے لئے جہاں مدرسوں اور دارالعلوموں کی ضرورت رہے گی، ان کے سینوں میں ان علوم کو محفوظ رکھنے، اور ان میں روز بروز اضافے کے لئے ان اداروں، مباحث فقیہ اور اسلامی اکیڈمی کی اہمیت کبھی کم نہ ہوگی۔

مولانا امین عثمانی اور مولانا معزالدین صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد انہیں ان کے خالق نے ودیعت کیا تھا، اسے ادا کرکے اپنے خالق کے پاس لوٹ گئے، انہوں نے اپنے مقصد سے ہم آہنگ جیسی پاکیزہ زندگیاں گذاریں، ان کی زندگی بھی ہمارے لئے سبق آموز تھی، ان کی موت بھی رشک آمیز، انہوں نے بعد میں آنے والوں کو سبق دے دیا ہے کہ جلسے جلوسوں سے جو شہرت ملتی ہے وہ دائمی نہیں ہوا کرتی، دوام ٹھوس کام اور معیار کو حاصل ہوتا ہے، چہار دیواری میں بند رہ کر بھی اعلی مقاصد کے لئے زندگی صرف کی جائے، تو ان کا نام نہ صرف زندہ رہ سکتا ہے، بلکہ کبھی زندہ جاوید بن جاتا ہے۔ کیا آپ کو مزید بتانے کی ضرورت ہے؟ اللھم اغفرلہم وارحمہم۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

ممبئی میں دس روزہ آن لائن دعوتی کیمپ

دعوت ہمارا فرض منصبی ہے جس کو ہر حال میں ادا کرنا ضروری ہے تاکہ کل قیامت میں ہم اللہ تعالی کی بارگاہ میں سرخرو ہوسکیں اوراس کی پکڑ سے بچ سکیں تا کہ اللہ کی رضا کا راستہ ہموار ہو جائے، دعوت کوئی آپشنل عمل نہیں کہ دل میں آئے تو کرلیا نہ آئے تو ترک کردیا، کوئی غیر مسلم بھائی ٹرین میں مل گیا تو دعوت دے دی، بس میں موقع ہوا تو اسلام اس تک پہنچا دیا، یا کہیں بھی کوئی موقع ملا تو دعوت دی ورنہ نہیں۔ یہ عمل دعوتی ذمہ داری سے سبکدوشی کے لئے کافی نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ ہماری شناخت اور پہچان ہی دعوت سے ہو، داعی اسلام سے ہمارا تعارف ہو، ان خیالات کا اظہار ممبئی دعوہ سینٹر کی طرف سے جاری ہفتہ واری کیمپ کے آن لائن پروگرام بذریعہ زوم میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ العالی نے کیا۔

کیمپ کی افتتاحی نشست کا تعارف کراتے ہوئے داعی سید محمد سعد ندوی نے کہا کہ یہ آن لائن کیمپ صرف اور صرف اسلئے لگایا گیا ہے تا کہ ہم اپنے برادرانِ وطن میں اسلام کا تعارف قرآن و حدیث کی روشنی میں اجاگر کرسکیں، انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے ملک ہندوستان کی فضا جو کہ زہر آلود ہوتی جارہی ہے، اس کو اسلام کے تعارف سے معطر کیا جائے اور جو عصبیت کا ماحول بن رہا ہے اس کو دعوت دے کر سازگار بنایا جائے، اور اسلام کو لے کر جو غلط فہمیاں لوگوں کے ذہنوں میں کم علمی اور جہالت کی وجہ سے بیٹھ چکی ہیں اس کو دور کیا جا سکے یہ کام اس وقت آسان ہوجائے گا جب ہم دعوت کو عملی طور پر سیکھ لیں گے۔

شیخ احمد سرہندی اکیڈمی کے تحت دعوتی پروگرام

نومسلموں کے فقہی مسائل کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی نے کہا کہ اخوت اسلامی کے تحت ہمیں نومسلموں کے مسائل کے حل کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے تا کہ قبول اسلام کے بعد مہاجر بھائیوں کو کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہ ہو، اس لئے ہمیں انصار و مہاجرین کی زندگیوں سے سبق لینے کی ضرورت ہے، مفتی صاحب آن لائن دس روزہ کیمپ سے مخاطب تھے، انہوں نے فقہی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے نومسلموں کے نماز، روزہ، پاکی، نکاح، ختنہ اور نام کی تبدیلی جیسے اہم مسائل پر گفتگو کی۔ پروگرام کے کنوینر اور ہوسٹ مولانا فیضان احمد ندوی نے بتایا کہ اس پروگرام میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کا افتتاحی خطاب ہوا جب کہ مولانا عمر ناصحی ندوی، داعی سراج احمد ممبئی، داعی خلیق احمد ندوی، داعی سید محمد سعد ندوی کے دعوتی دروس شامل رہے۔

ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی وفات پر تعزیتی نشست

ممتاز مصنف و محقق، اور عظیم سیرت نگار، اور علوم ولی اللہی کے ماہر جناب ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کی وفات پر جامعہ میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا، جس میں مقررین اور اہل تعلق نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کیا، سیرت نبوی کے موضوع پر ان کی نگارشات کے علاوہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم و تصنیفات پر ایک درجن سے زائد علمی تحقیقی کتابیں تصنیف کیں، اور ان کی حیثیت ماہر علوم ولی اللہی کی تھی۔ اس موقع پر پھلت کی جامعہ امام ولی اللہ، اور داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات کا ذکر بھی کیا گیا۔ پروگرام کو ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی، اور مفتی محمد عاشق صدیقی نے خطاب کیا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا کچھوا حلال ہے، اور اس کے انڈوں کا کیا حکم ہے؟

ج: احناف کے نزدیک پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی یا اس کی جنس کے جاندار حلال ہیں، پانی میں رہنے والے سبھی جاندار حلال نہیں ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک کچھوا (Turtle) مینڈک وغیرہ کا کھانا حرام ہے۔ ان کے انڈوں کا بھی وہی حکم ہے جو گوشت کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

س: کیا عصر اور مغرب کے بیچ پانی وغیرہ نہیں پینا چاہیے۔ کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے یا کسی بزرگ کا اس بارے میں کوئی عمل وغیرہ ہے؟ بتاتے ہیں کہ روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ج: شریعت میں عصر اور مغرب کے درمیان پانی نہ پینے کی کوئی اصل نہیں ہے اور کسی حدیث میں کہیں منع نہیں کیا گیا نہ ہی کوئی ثواب اس پر دیئے جانے کی بات مذکور ہے، یہ جاہلانہ باتیں ہیں جو معاشرہ میں مشہور ہو گئی ہیں، لہٰذا عصر اور مغرب کے درمیان پانی پینا جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں، اس طرح کے غلط خیال سے باہر نکلنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

س: بیوی کے حیض سے پاک ہونے کے بعد ہم بستری کی پھر طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

ج: بیوی کے حیض سے پاک ہونے پر ہم بستری کر لی اور اس کے بعد طلاق دی تو اس نے خلافِ سنت کا ارتکاب کیا لیکن طلاق بہرحال واقع ہو جائے گی اور اگر حمل ٹھیر گیا تو بچہ کی پیدائش پر ورنہ تین حیض مکمل گذرنے پر عدت ختم ہوگی۔

س: فرض نماز کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟ کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟

ج: فرض نماز کے بعد دعا کا مقبول ہونا اور فرض نماز کے بعد دعا مانگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال سے ثابت ہے، ترمذی شریف میں روایت ہے: پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے اخیر حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد: قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: جوف اللیل الآخر ودُبر الصلوات المکتوبات (ترمذی) اس لیے فرض نماز کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

س: لکھے ہوئے کاغذ، نقش والی انگوٹھی یا تعویذ پہن کر بیت الخلاء میں بھی چلے جاتے ہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: اگر تعویذ کو کپڑے میں لپیٹ کر یا موم جامہ کر کے پہنا گیا ہے تو اس کو پہنے ہوئے بیت الخلا میں جانا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کو نکال کر پھر بیت الخلا میں جایا جائے۔ لکھے ہوئے کاغذات بھی عام طور پر جیب میں چھپ جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں انگوٹھی کے تعلق سے مذکور ہے کہ انگوٹھی میں قرآن کی آیات اور اللہ کا نام نظر آتا ہو، تو اس کو پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے، حدیثِ مبارک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے، اس لیے کہ اس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔ لہٰذا مذکورہ انگوٹھی اتار کر بیت الخلا میں جائیں، یا اس کو جیب میں یا کپڑے وغیرہ میں چھپا کر جائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

قران کا ایک نسخہ کیمیا

مشہور عرب ادیب شیخ سلیمان الجیلان کا بیان کردہ ایک واقعہ دل کو لگ گیا، شیخ سلیمان نے خود ذکر کیا ہے کہ: ایک بار میں اپنی کار میں دو دیگر علماء کرام کے ساتھ کہیں سفر میں تھا، ایک مقام پر ایک بوڑھا ساربان سڑک کنارے اپنی جیپ میں بیٹھا اپنے اونٹوں کو سڑک کی دوسری طرف ہانک کر لا رہا تھا، لامحالہ مجھے بریک لگا کر رکنا پڑا، سب کچھ ٹھیک رہا مگر ایک بھاری بھرکم اونٹ خراماں خراماں چلتے سڑک کے بیچوں بیچ آکر مزید سست رفتار ہو گیا۔

میں نے اس وجہ سے کہ اونٹ بدکے بنا چلتا رہے، ہلکا سا ہارن دو بار بجا دیا، یہ کوئی اتنی معیوب حرکت بھی نہیں تھی مگر نجانے اس پر بوڑھا ساربان کیوں اتنا تپ گیا کہ مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں: لعنت تیرے باپ پر، تو ہوتا ہے کون ہے میرے اونٹ پر ہارن بجانے والا، لعنت تجھے پیدا کرنے والی پر، اور نجانے اس نے میرے خاندان کے کس کس فرد کو ملعون ٹھہرایا، شاید سب پر لعنت بھیج ڈالی۔

اس ہلکے سے بجائے ہوئے ہارن کے بدلے میں اتنی گالیاں بالکل نہیں بنتی تھیں، بلکہ جس ردھم کے ساتھ میں نے ہارن بجایا تھا اس کا تو شاید مطلب بھی یہی بنتا تھا کہ اونٹ جی چلتے رہو، اور اس کا بدلہ یہ ملا تھا۔

میں نے انتہائی خوفناک تیور بنا کر زور سے کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر پوری قوت کے ساتھ دھڑام سے بند کیا، میرے ساتھی علماء کرام میں جناب شیخ صالح نے گھبراتے ہوئے پوچھا: کیا کرنے جا رہے ہو؟ میں نے کہا: گھبرائیے نہیں، آپ کو کچھ نیا کر کے دکھاتا ہوں

میں بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے، اپنی قمیض کے بازو اوپر کو چڑھاتے لپیٹتے ہوئے جیپ کی طرف گیا۔ بوڑھا بدو میرے تیور دیکھ کر بہت زیادہ گھبرا چکا تھا اور اس کی حالت پوری طرح ڈانواں ڈول ہوتی دکھائی دے رہی تھی، میں نے جھٹکے سے اس کی جیپ کا دروازہ کھولا اور اور اُس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہا: بزرگوار مجھے معافی دیدو، مجھے لگتا ہے کہ میں نے آپ کے اونٹ کے ساتھ بے ادبی کر کے اسے ناراض کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے آپ کے اونٹ کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی ناراض کیا ہے۔ اللہ آپ کو بہت اچھی جزا دے، مجھے معاف کر دیجیے۔

بوڑھے کیلئے یہ ایک نیا جھٹکا تھا، شرمساری اور خجالت کے مارے برا حال، اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہا: میں نے تجھ پر، تیرے ماں باپ پر اور تیرے سارے خاندان پر لعنت بھیجی ہے اور تو الٹا میرے سر کو بوسہ دے رہا ہے اور مجھ سے معافی مانگ رہا ہے، مجھے نہیں تجھے ناراضگی ہوئی ہے، اسلئے مجھے معاف کر دے۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم، میں تو تجھے قیامت تک معاف نہیں کروں گا، تو نے مجھے اور میرے خاندان کو جتنی گالیاں دی ہیں، اُن سب کی معافی کا بس ایک طریقہ ہے اگر تو ایک شرط مان لے تو؟

بوڑھے نے کہا: میں حاضر ہوں، بتا تیری کیا شرط ہے؟ مین نے کہا: میری یہ شرط ہے کہ تو ہم سب کو اپنی اونٹنیوں کا دودھ پلا۔ بوڑھے نے کہا: میں بالکل حاضر ہوں، اور جلدی سے جیپ سے اُتر کر زمین پر قالین بچھایا، گدے لگائے، میں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور ہم سب بیٹھ گئے، بوڑھے نے دور کھڑے اپنے خادم کو بلا کر کہا جلدی سے اونٹنیوں کا دودھ نکال کر لائے اور ہم سب کو پلائے۔

میرے پوچھنے پر کہ تجھے شعر کہنا آتے ہیں اس نے ہمیں بدوی ادب کے ڈھیروں شعر سنا ڈالے، یہ محفل آدھا گھنٹہ جمی ایسا ماحول بنا کہ جیسے ہم برسوں کے واقفکار ہوں، یقینی بات ہے باتوں باتوں میں بوڑھا بھی جان چکا تھا کہ ہم کون لوگ ہیں، آدھا گھنٹہ کے بعد جب ہم نے اجازت لیکر اٹھنا چاہا تو بوڑھے نے ہم تینوں کی قمیضیں پکڑ لیں، کہنے لگا: اللہ گواہ ہے مجھے تم لوگوں سے پیار ہو گیا ہے۔ میں تم لوگوں کو ایسے نہیں جانے دوں گا۔

میں نے بوڑھے سے کہا: ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، کھانا وغیرہ بشرط زندگی پھر کسی وقت پر اٹھا رکھتے ہیں، تو ہمیں اجازت دیدے۔ بوڑھے نے اپنے اونٹوں کے پیچھے بہت دور (اونٹ ڈیڑھ سو سے زیادہ تھے) گہرے پردے میں ڈھکی چھپی تین لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: وہ دیکھو؛ وہ میری تین بیٹیاں ہیں، تم تینوں عالم فاضل لوگ ہو، مجھے عزت بخشو اور ایک ایک سے نکاح کر لو۔ قارئین کیا خیال ہے پھر، گالیوں کے بدلے میں ایک نہیں تین تین رشتے۔ یہ اس لئے ہے کہ ”نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست“ [سورہ فصلت:۳۴]

اس سارے قصہ کا ایک اور خاتمہ بھی ہو سکتا تھا جب بوڑھے نے مجھے گالیاں دی تھیں۔ مگر برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کے قرانی حکم کی تعمیل میں یہ اختتام کس قدر خوب صورت ہو گیا۔

کاش ہم قران کے اس نسخہء کیمیا کی اثر آفرینی سے اپنی دنیا کو جنت بنانے کا ہنر سیکھتے۔

مولانا محمّد کلیم صدیقی